



U.0801



# خیالامستار

موسوم بہ



## فطرہ



من نتائج طبع ذکی مولوی محمد ممتاز علی سنہ پوری بجنوری

از اہتمام احقرانام محمد عبدالاحد عفی عنہ۔ بمادہ اکتوبر ۱۹۰۵ء

در مطبع مختبائی واقع دہلی طبع گردید

قیمت  
۸

تعداد  
۱۰۵۰

یہ کتاب مصنف کے پاس سے ہی مل سکتی ہے ورنہ جو وہ پوچھ لے گا

کاپی راست محفوظ





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
اللَّهُ إِلَهُكَ يَا مُحَمَّدُ

الحمد لله الذي أنعم علينا بالوجود والرزق طبع ذكي مولوي محمد متار علي بن علي

خيالات ممتاز  
معروف  
الفطر

بحسن نظام وجمع وصفای تمام زیر اہتمام مولوی عبدالاحد صاحب

مطبع محمد علی و عبد الحلیم  
دہلی مجتہد و مکتبہ مطبوعہ

# فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضمون
۱	دہریہ اور مسلمان کا مباحثہ
۲	دنیا میں کتنے مذاہب شائع ہیں
۳	مسلمانوں کا دین کس کس دین سے مطابق اور کس کس سے مخالف ہے۔
۴	مذہب کوئی چیز ہے یا نہیں اور انسانی دنیا کو اس سے کیا فائدہ ہے۔
۵	اگر مذہبی عقیدہ درست ہے تو کونسا مذہب سچا ہے۔
۶	سچے مذہب کی شناخت کے نشان کیا ہیں۔
۷	وہ کیا کسوٹی ہے جس پر مذہبوں کو پرکھا جائے۔
۸	فطرت پر سب مذہبوں کو پرکھا گیا ہے کیونکہ فطرت قانونِ قدرت ہے۔
۹	اہل ہنود کا مذہب اور اس کی حقیقت۔
۱۰	بودھ مذہب کے بانی کا حال اور اس کی کیفیت۔
۱۱	گوتم کا لکچر۔
۱۲	عیسائی۔ یہود۔ مجوس کے اصول اور ان کی اشاعت۔
۱۳	شکیث کا بیان اور دہریوں کے خیالات۔
۱۴	توحید اور رسالت کا مقابلہ فطرت سے۔
۱۵	اسلام اور اس کے بانی کا حال۔
۱۶	خاتمہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## دیکھا

ای رام رام چھینے والو! ای عیسیٰ مسیح پکارنے والو! ای یزدان اور اہرمین کے ماننے والو! ای مسیح کو سولی پر چڑھانے والو! ای مذہب سے آزاد ہونے والو! ای وحدہ لاشریک کے کئے والو! جسکو مسلمان مالک اور خالق سمجھ کر وحدہ لاشریک لہ پکارتے ہیں اُسی کو عیسائی کرسٹو اور گناڈ اور روح القدس کہتے ہیں اور جسکو اہل توحید قادر مطلق اور واجب الوجود جانتے ہیں اسکو اہل منہو جوتی سروپ نرنکار اور برہماشن ہمیش اور بھوسن دان اور اہرمین کے نام سے جیتے ہیں۔ آپ صاحبون میں کسی خواہش اپنی نجات اور ابدی عیش کی نہیں ہے سبکی غرض اس تسبیح اور مالانہ چھینے سے یہی ہے کہ مرنے کے بعد آرام ملے اور ہم کسی دائمی عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور مالک کے روبرو شرمندہ ہونا نہ پڑے۔

اسی کے واسطے آپ ان پُن - خیر - خیرات وغیرہ کرتے ہیں اور اسی کی خاطر اپنی جان شیرین پر ہزار ہا مصائب نفس کشی اور چپ تپ کے اٹھاتے ہیں۔ اسی کے لئے ہر دوار - جگمگاتھ - گیا اور مکہ - بیت المقدس کا دور دراز سفر اپنا گھرا دار اہل معیال چھوڑ کر گوارا کرتے ہیں اور اُسی کے واسطے آپ ایک باپ کے بیٹے ہو کر جنہی اور مختلف فریق کہلاتے ہیں مگر اس اختلاف میں بھی گو آپکے مذہبی طرز جداگانہ اور اکثر ایک دوسرے کے مخالف ہیں پھر بھی اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مالک اور خالق ہم سب کا ایک ہے یہ ہماری سمجھ اور زبان کا پھیر ہے کہ ہم اُسکو کس نام سے پکار رہے ہیں اگر ایک ہے ہم ام رام چیتا ہے اور ایک عیسائی اگر سٹو کرسٹو پکار رہا ہے اور ایک مسلمان اللہ اللہ کا وظیفہ کر رہا ہے اگرچہ لفظوں کا فرق ہے مگر مفہوم سب کا وہی ذات ہی جو ہمارا خالق اور پروردگار ہے۔

لیکن یاد رکھو کہ دوقیض نہ کبھی آج تک سچے ہوئے ہیں اور نہ ہونگے اور یہ کلیتہً ایسا مسلم قضیہ ہے کہ روزِ آفرینش سے آج تک اس سے کسی کو اختلاف ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ عیسائی مسیحؑ۔

# فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضمون
۱	دہریہ اور مسلمان کا مباحثہ
۲	دنیا میں کتنے مذاہب شائع ہیں
۳	مسلمانوں کا دین کس کس دین سے مطابق اور کس کس سے مخالف ہے۔
۴	مذہب کوئی چیز ہے یا نہیں اور انسانی دنیا کو اس سے کیا فائدہ ہے۔
۵	اگر مذہبی عقیدہ درست ہے تو کونسا مذہب سچا ہے۔
۶	سچے مذہب کی شناخت کے نشان کیا ہیں۔
۷	وہ کیا کسوٹی ہے جس پر مذہبوں کو پرکھا جائے۔
۸	فطرت پرست مذہبوں کو پرکھا گیا ہے کیونکہ فطرت قانونِ قدرت ہے۔
۹	اہل ہنود کا مذہب اور اس کی حقیقت۔
۱۰	بودھ مذہب کے بانی کا حال اور اس کی کیفیت۔
۱۱	گوتم کا لکچر۔
۱۲	عیسائی۔ یہود۔ مجوس کے اصول اور ان کی اشاعت۔
۱۳	ثعلبیت کا بیان اور دہریوں کے خیالات۔
۱۴	توحید اور رسالت کا مقابلہ فطرت سے۔
۱۵	اسلام اور اس کے بانی کا حال۔
۱۶	خاتمہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## دیس

ایرام رام پیچنے والو! ای عیسیٰ مسیح پکارنے والو! ای یزدان اور اہرمین کے ماننے والو! ای مسیح کو سولی پر چڑھانے والو! ای مذہب سے آزاد رہنے والو! ای وحدہ لاشریک کے کہنے والو! جسکو مسلمان مالک اور خالق سمجھکر وحدہ لاشریک نہ پکارتے ہیں اُسی کو عیسائی کرسٹو اور گناہ اور روح القدس کہتے ہیں اور جسکو اہل توحید قادر مطلق اور واجب الوجود جانتے ہیں سیکول ہینڈ جو تہی سروپ نرکار اور برہا شن مہیش اور جو سن دان اور اہرمین کے نام سے جیتے ہیں۔ آپ صاحبون میں کسی خواہش اپنی نجات اور ابدی عیش کی نہیں ہے سکی غرض اس تسبیح اور دالانچنے سے یہی ہے کہ مرنے کے بعد آرام ملے اور ہم کسی دائمی عذاب میں مبتلا نہ بنیں اور مالک کے روبرو شرمندہ ہونا نہ پڑے۔

اسی کے واسطے آپ ان پُن۔ خیر۔ خیرات وغیرہ کرتے ہیں اور اسی کی خاطر اپنی جان شیرین پر ہزار ہا مصائب نفس کشی اور جپ تپ کے اٹھاتے ہیں۔ اسی کے لئے ہر دو وار۔ جگمگاتھ۔ گیا اور مکہ۔ بیت المقدس کا دور دراز سفر اپنا گھارا اور اہل عیال چھوڑ کر گوارا کرتے ہیں اور اسی کے واسطے آپ ایک باب کے بیٹے ہو کر جنہی اور مختلف فریق کہلاتے ہیں مگر اس اختلاف میں بھی گولپے مذہبی طرز جدا گانہ اور اکثر ایک دوسرے کے مخالف ہیں پھر بھی اسپر سب کا اتفاق ہے کہ مالک اور خالق ہم سب کا ایک ہے یہ ہماری سمجھ اور زبان کا پھیر ہے کہ ہم اُسکو کس کن نام سے پکار رہے ہیں اگر ایک ہم نام رام چیتا ہے اور ایک عیسائی اگر سٹو کرسٹو پکار رہا ہے اور ایک مسلمان اللہ اللہ کا وظیفہ کر رہا ہے اگرچہ لفظون کا فرق ہے مگر مفہوم سب کا وہی ذات ہو جو ہمارا خالق اور پروردگار ہے۔

لیکن یاد رکھو کہ نفیض نہ کبھی آج تک سچے ہوئے ہیں اور نہ ہونگے اور یہ کلیتہً ایسا مسلم قضیہ ہے کہ روزِ آخر میں سے آج تک اس سے کسی کو اختلاف ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ عیسائی مسیح ہے۔

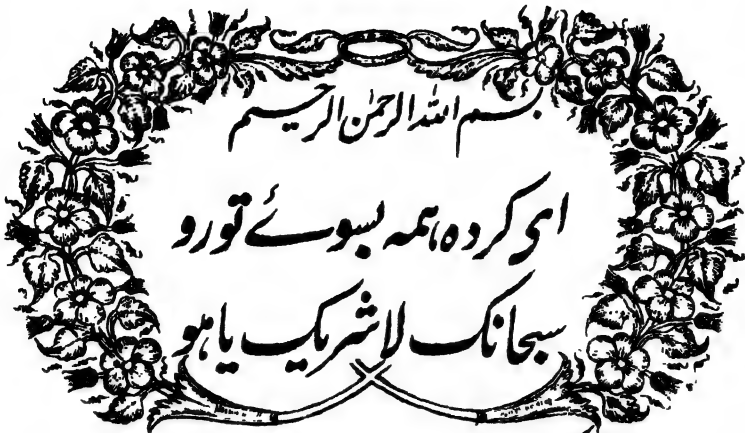
روح القدس مریم کو اور اہل ہنود برہاہن ہمیشہ کو خالق ارض و سما کہتے ہیں اور مسلمان یہ سن کر کانوپر ہاتھ رکھتے ہیں کہ تو بہ کرو ہذا بھتان عظیم و محض وحدہ لا شریک ہے جسکی خدائی اور ذات میں کسی کی شراکت اور دخل نہیں ہے۔

مسلمان۔ یہود۔ نصاریٰ خداوند تعالیٰ کے نام پر جانوروں کا قربان کرنا باعث نجات اور موجب ثواب تصور کرتے ہیں اہل ہنود اسکو جیو ہتیا اور مہا پاپ کہتے ہیں۔

ایک ہندو اپنے باپ کو دم نکلنے سے پہلے زمین پر ڈال دیتا ہے اور اسکو چتا پر لٹا کر اپنے ہاتھ سے اسکا سر پھوڑنا اور اسکو آگ میں جلانا سعادتمندی اور حق پداری کا ادا کرنا سمجھتا ہے عیسائی اور مسلمان اسکو اپنے ہاتھوں سے دوزخ میں جھونکنا اور سخت بیداری خیال کرتا ہے۔ اور مردے کو ذرا بھی مانڈا نہیں دیتا۔ یہودی عیسائی اور اہل ہنود عورتوں کو گلاب کا پھول تصور کر کے لٹکے جسم کو باہر کی ہوا کا لگنا شل سرو قد مردوں کے پسند کرتے ہیں مسلمان اُن گلاب کے پھولوں کو شیشے میں بند کرنا فرض مذہبی سمجھتے ہیں اہل ہنود پتھر کی سورتوں کو سجدہ کرنا انہی اپنی مراد میں مانگنا عبادت جانتے ہیں یہودی۔ عیسائی۔ مسلمان اسکو کفر اور دوزخ کی نشانی بر ملا کہتے ہیں۔

ایسے ایسے نفیض جو ایک مذہب کے دوسرے مذہب میں پائے جاتے ہیں انہیں سے بہ نفع ایک نفع غلط ہوگا پھر غلطی کچھ ایسی غلطی نہیں جسکی اصلاح ہو سکے اور نہ مرنے کے بعد تلافی ممکن ہے۔ ہماری عبادت ہماری ریاضت ہماری نکوئی ہماری خیرات ہمارے اعمال حسنہ ہمارا چاہ ہمارا تپ سب اکارت اور موجب ہلاکت جاودانی ہے۔

اس نظر سے مختصر اوراق آپ صاحبو کی بلند نظر کے روبرو پیش کیے جاتے ہیں کہ اپنی قیمتی زندگی کا ایک دن اس کے ملاحظے کی نذر کیجیے اور قدرتی قانون کی کسوٹی پر اپنے عقیدے اور دھرم کی جانچ کر کے فطرت سے نجات آخرت کا اطمینان فرمائے اور ہر دم اس امر کو پیش نظر رکھیے کہ ایک دن مرنا اور دنیا کو یقینی چھوڑنا ہے۔



یارِ مرے خاتمے کو زبانِ دُستار ہزارِ دستانِ دُستار



روحانی خیالات کا بڑا اصول معرفتِ الہی ہے عام طور پر جو نظر ڈالی جاتی ہے تو ہر ایک فریق بلکہ ہر نفس اس خیال میں تھوڑا بہت محو اور سرگرم ہے۔ خداوند تعالیٰ کی معرفت کے طریقے دنیا میں مختلف ہیں جن کا شمار انداز سے زیادہ ہے مگر چار بڑے فرقے اور مذہب ہی گروہ اس عالم میں پائے جاتے ہیں۔ مذہب ہی خیالِ قدیم سے دنیا کے لوگوں کا چلا آتا ہے اور یہ خیال جیسا اس زمانے میں ہے ایسا ہی ہمیشہ سے دنیا میں شائع رہا ہے۔ خدا پرست بت پرست دہریے (منکر خدا) پہلے سے ہوتے آئے ہیں۔ ایک فریق خدا کو وحدہ لا شریک جانتا ہے دوسرا اس کی ذات میں بہتوں کو شریک کرتا ہے کوئی خدا کو مجموعہ کئے وجود کا بتلاتا ہے۔ دہریے ہیں کہ وہ اس سب کے منکر اور قدم زمانہ کے قائل ہیں۔ اگرچہ دہریے کوئی مذہب نہیں رکھتے مگر مذہب ہی خیال سے وہ بھی مستثنیٰ نہیں ہو سکتے۔

انکاحیہ خیال کہ یہ عالم اسی طرح سے ہے اور ہمیشہ اسی حالت پر رہے گا مذہب ہی خیال ہے جو دیگر مذاہب سے نرالا ہو یا یہ کہو کہ اور مذہبوں کے خلاف ہے۔



## (دھرم اور مسلمان)

دھرم - میرے نزدیک جسکو لوگ خدا کہتے ہیں ایک موہوم اور فرضی شے ہے جیسے جن اور بھوت وغیرہ کا خیال جو لوگ ایسا خیال رکھتے ہیں وہ سوتے ہوئے بھی خوف زدہ ہو جاتے ہیں اور جو اس خیال سے آزاد ہیں وہ جانتے بھی نہیں کہ بھوت اور جن کیا بلا ہے کیا ہندو اور مسلمانوں کی عورتوں پر بھوت اور آسیب کا اثر ہوتا ہے انگریزوں کو دیکھو کہ جنگل سنسان میں رہتے ہیں کبھی آج تک کسی میم یا میم کے بچے کو بھوت یا جن چڑھتے نہیں دیکھا اسکی وجہ خاص یہی ہے کہ انگریز جن اور بھوت کو ایک شے موہوم اور فرضی سمجھتے ہیں اور ہندو مسلمان انکو مجسم فی الہاسل تصور کرتے ہیں ایسا ہی حال خدا کے وجود کا ہے کہ جو اسکو واجب الوجود جانتے ہیں اُس سے ڈرتے ہیں ہر دم اسکا خیال رکھتے ہیں اُسی کے نام پر خیر خیرات دھرم پُرن وغیرہ کرتے ہیں اور جو اُسکے منکر ہیں وہ بالکل بے خوف ہیں اور کچھ بھی نہیں کرتے۔

مسلمان - دلیل اور خیالات کو تو بہت وسعت ہے اور ہر شخص کے خیالات علحدہ علیحدہ ہیں یہ خیال کوئی نیا خیال نہیں ہے مذہبی گروہ (خدا کے ماننے والے) اور خدا کے منکر دنیا میں قدیم سے ہوتے آئے ہیں لیکن زیادہ گروہ بنی نوع انسان کا پابند مذہب تھا، اور جب کسی ملک میں دھرم کی کثرت ہو گئی ہے تو ان پر آسمانی آفت ضرور نازل ہوئی ہے خیر یہ تو تاریخی بات ہے اگر آپکے نزدیک خداوند جل و علی شانہ نعوذ باللہ کوئی چیز نہیں ہے تو یہ عالم قدیم سے اسی طرح ہے ہوا و آفتاب ماہتاب آسمان اور زمین غرض کہ جملہ مخلوقات اور یہ کارخانہ جسکو ہم دیکھتے ہیں بالذات اپنی حالت میں قائم اور برقرار ہے اور آپ انکے بالذات ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔

دھرم - بیشک یہ تمام کارخانہ (یہ عالم) قدیم اور بالذات اسی طرح ہے جسکو ہم معائنہ کرتے ہیں اور ہر دم ہمارے پیش نظر ہے جس سے میں کیا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔

**مسلمان** - یہ بات بھی مقتضائے عقل نہیں ہے کہ آپ ہزاروں لاکھوں چیزوں کے وجود کے قائل اور خالق کے منکر۔

جو آپ خدا کو نہیں مانتے تو اس عالم اور عالم کی جملہ شیا کے وجود سے بھی انکار کیجیے کہ یہ بھی نہیں ہیں ایک نظری خیال ہمارے پیش نظر ہو کر عالم کی صورت میں نمایاں ہو رہا ہے ورنہ فی الحقیقت کچھ نہیں ہو اور ہمارا وجود بھی نہیں ہے صرف ایک نظری خیال نے ہمو تو ہم میں ڈال رکھا ہے۔

**دہریہ** - یہ کیسے ہو سکتا ہو کہ جن اجسام کو ہمارے حواس دریافت کر رہے ہیں انکے وجود سے ہم انکار کریں

**مسلمان** - یہ ہو سکتا ہو کہ مخلوق کا تو آپ اقرار کریں اور خالق کا انکار۔

اگر حواس کے ادراک پرصر ہے تو کوئی شے اور کوئی ذی روح آپ ہمو بتلائیں جس کا وجود خود بخود ہو گیا ہو۔ جس وقت آپ کسی شے کے وجود کو تسلیم کریں گے اسکے صانع کا وجود آپ کے حواس کو پہلے تسلیم کرنا پڑیگا۔

**دہریہ** - اگر خدا ہوتا تو اس طرح پر زمین کیونٹھیتا جیسے اجسام نظر آتے ہیں وہ بھی نظر آتا۔  
**مسلمان** - قہقہہ لگا کر۔ سبحان اللہ کیا اچھی دلیل ہے کیا خدا بچے میں بیٹھا ہے اور اسکا جلوہ نظر نہ آنے سے اسکی نفی ہو سکتی ہے۔

خدا تو خدا ہی ہے بہت سی چیزیں اس عالم میں ایسی ہیں کہ ہمارے حواس ظاہری ان کو بالکل دریافت نہیں کر سکتے مگر ہم ہرگز انکے وجود سے انکار نہیں کرتے۔

**علم عقل** - **جمل حکمت** وغیرہ میں سے کسی ایک کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا اور یہ ایسی چیزوں کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں حتی کہ دہریہ بھی اور دیکھنے کو آسمان سب کو نظر آتا ہو لیکن آج تک اسکا حال اسکی کو بھی معلوم نہیں ہوا کوئی اسکے وجود کا اقراری اور کوئی انکاری ہو۔  
**دہریہ** - اچھا یہ بتلائیے کہ خدا نظر کیون نہیں آتا۔

**مسلمان** - آپ اپنے وجود اور اللہ جل و علی شانہ کی ذات پر غور فرمائیں کہ اس عالم میں کوئی وجود ایسا نہیں جسکو فنا نہ ہو سب کائنات فانی ہے اور عالم کا تغیر فنا کا اظہار ہے اور ذات باری تعالیٰ فنا سے پاک ہے پس ایسے وجود کو جسکو فنا مطلق نہیں ہے ہم فانی کیسے دیکھ سکتے ہیں ہم تو فانی جسم کے ناظر ہیں۔ ہماری ایسی مثال ہو جیسے شب پر کہ کی کہ ٹکی آنکھیں میں مگر وہ آفتاب کا جلوہ جو عالم پر پڑتا ہو ہرگز نہیں دیکھ سکتی اندھی ہو جاتی ہے۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ آفتاب کی روشنی کی تاب نہیں لاسکتی صرف ستاروں کی چمک کی سہارا لبتے وہ کر سکتی ہے جو رات کو ٹکی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔ اللہ جل جلالہ کا جلوہ ہر دم اور ہر جگہ عالم پر پڑتا ہو مگر ہم چونکہ وہ قابلیت نہیں رکھتے اس وجہ جلوہ ہرگز نہیں آتا۔

بہمان در ہمیشہ پیدائی	لیک کہ در چشم من نے آئی
لے کہ در سیج جان داری جا	بوجب ماندہ ام کہ ہر جائی

دنیا میں کوئی جسم ایسا نہیں ہے جو باری تعالیٰ کے جلوے کی تاب لاسکے کیونکہ فنا سے کوئی محفوظ نہیں اللہ باقی و اکل فانی۔

دوسریہ - آپکے بیان موسیٰ علیہ السلام کو وہ جلوہ کوہ طور پر کیسے دکھلایا گیا حالانکہ موسیٰ علیہ السلام بھی فنا سے محفوظ نہ تھے۔

**مسلمان** - یہ قصہ اپنے سنا ہے مگر اس پر اپنے غور نہیں کیا جسوقت موسیٰ علیہ السلام نے بوجہ بشریت خداوند تعالیٰ سے یہ عرض کیا کہ رَبِّ اَدْنِیْ اَنْظُرْ لَیْکَ اے رب میرے محکو اپنا جلوہ دکھلا جو میں تجھ کو دیکھوں اس کے جواب میں خطاب آیا قال لَنْ تَرَانِیْ وَلٰکِنْ اَنْظُرْ لِیْ اَنْجَلِ فَاِنْ اَسْتَقَرَّ مَكَانُہٗ فَسَوْفَ تَرَانِیْ کہ میرا جلوہ موسیٰ تو ہرگز نہیں دیکھ سکتا لیکن پہاڑ کی جانب دیکھ اگر وہ اپنی جگہ پر ٹھہرے تو دیکھ لگا۔ فَلَمَّا بَلَغَ مِنْ رَبِّہٗ اَلْجَبَلِ جَعَلْہٗ دُکَّاءً وَخَرَّ مُوسٰی صَبَعًا پس جب موسیٰ کے رب نے جلوہ ڈالا تو اس تجلی نے پہاڑ کو تو ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے اب اس سے آپ سمجھ لیجیے

کہ موسیٰ نے اُس مدہوشی کی حالت میں کیا دیکھا اور پہاڑ کب اپنی جگہ پر قائم رہا کن کوڑائی جو فرمایا تھا وہ فرمانا کیسا صحیح اور صادق ہوا۔ موسیٰ جو پیغمبر اولو العزم اور صاحب شریعت تھے انہی التجا اور درخواست بھی رد نہیں ہوئی اور چونکہ قاسمی کے جسم کو لگی ہوئی تھی ذات باری کا جلوہ نہیں دیکھ سکے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنی قدرت کا کرشمہ موسیٰ کو دکھلادیا جس سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ دنیا میں خدا کا جلوہ کیونہیں ہو سکتا اور کوئی جسم اُسکے نور کی تاب نہیں لاسکتا۔

دہریہ۔ یہ ایک خیالی توہم ہے اور خیال کو بہت وسعت ہے جس قدر آدمی خیال کو وسعت دیگا خیالات بڑھتے چلے جائیں گے۔

مسلمان۔ خیالات کو نہ شک وسعت ہے مگر سخیالات بطل نہیں ہوتے زمین پر اربے زیادہ آدمی خدا کے ماننے والے ہیں صرف تھوڑے سے آدمی دہریہ خیال کے ہیں اور دہریوں کا بھی یہ خیال ہی ہے اگر آپ خیال کو بطل سمجھنے میں تو آپ کا دہریہ پنہ کا خیال بھی باطل ہے۔

دہریہ۔ میرے نزدیک سب مذہب دہریہ ہیں سب سے پہلے میں اسلام کو ہی ہر خیال کرتا ہوں کیونکہ وحدت سے کثرت ہوئی ہے اور یہ کثرت اسی وحدت میں بلجائیگی کثرت کثرتاً خفیفاً آپکے بیان کی صحیح حدیث ہے جس کا ترجمہ کسی شاعر نے کیا ہے۔

ابھی جوش جنون تو میرے پاؤں نکلے ہیں کیا کرتا تھا اک گوشے میں میں تنہا گذر رہا تھا ہمسہ اوست اور انا الحق آپکے مذہب کے اولیاء کی زبان سے سرزد ہوا ہے۔

مسلمان۔ آپ بحث کو دور لے لے بحث شریعت میں تھی آپ تصوف میں جا گئے مگر خیر

ابن اہم اندر عاشقی بالائے غم ہاے دگر

دہریہ۔ کیا آپ تصوف کو شریعت کے برخلاف سمجھتے ہیں۔

مسلمان۔ ہرگز نہیں مگر شریعت ظاہری قانون الہی کا نام ہے اور تصوف باطنی ہے جب آپ ظاہری قانون کو نہیں سمجھ سکتے اور اُس میں غوطے کھا رہے ہیں تو رموز

باطنی تک کیسے پہنچی سائی ہو سکتی ہو | تو کار زمین را نکو ساختی | کہ با آسمان نیز بر خفتی  
تفریات ہند کی دفات میں آئی عقل حیران ہے اور خود تفریات ہند کے منجانب گونٹ  
ہونے اور نیز گونٹ کے وجود میں آپکو کلام ہے تو آپ کنسرونیو اور لبرل کو کیا سمجھ  
سکتے ہیں اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک نا سمجھ بچہ حروف بھی نہیں جانتا وہ بدر چاچ کے  
منعمون کو حل کرنا چاہتا ہے نہ اسکو لغت سے آگاہی اور نہ صرف ونحو سے تفہیت  
اسٹیشن سے ٹکٹ لیا نہیں اور اس سے کوسوں ور آپ پڑے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میں کو ذکر  
گاڑی میں جا کوسوں اس سے آپکا سرورتن کیسے سلامت ہوگا ذرا سا دھکا گار کیا آپکو فنا کر دیا  
وہ ہر یہ۔ پھر کیا کیا جاسے۔

مسلمان۔ پہلی منزل نسل اسٹیشن کے شریعتیہ اول اسکو طے کرنا چاہیے ہی اصول ہے۔  
وہ ہر یہ۔ شریعت۔ طریقت۔ حقیقت۔ معرفت سبکے بیان ہے۔

مسلمان۔ وقتی سب اسکے دعویدار ہیں اور جسکی شریعت اچھی ہے اسی کی طریقت  
معرفت۔ حقیقت سب درست ہو ورنہ جہل ست انچہ مدعی گوید  
وہ ہر یہ۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ اصول مذہب یہ ہے اور تمام عالم کا اسپر قدیم سے اتفاق  
کہ نیکی کرو اور بری سے بچو آدمیوں کو اپنا بھائی سمجھو جانتک بس چلے بلا خیال قوم  
اور مذہب کے لٹکے ساتھ نکوئی اور احسان کرو شب و روز امرار بالمعروف میں مصروف او  
نہی عن المنکر سے محفوظ رہو یہی سب اہم کا منشا ہے۔

مسلمان۔ یہ اصول ہرگز نہیں حسین عمل ہو جسکو اپنے اصول خیال کر رکھا ہو اصول عقائد کا نام ہو  
اور حسین عمل عبادت اور اطاعت ہو بدوین عقیدے کے عبادت کلی فائدہ نہ دیکھی عقیدے کا  
درست کرنا مقدم ہے۔ خدا کے وجود کو تسلیم کرنا۔ اسکے قانون کو دریافت کر کے اسکو  
بالیقین منجانب اللہ سمجھنا مذہب کا اصول ہو اور یہ فروعیات۔ پہلا طبعی دوسرا علمی طرز ہے  
حسن عمل وہی کریگا جو باری تعالیٰ اور اس کے احکام کو تسلیم کرتا ہو گا خوف کی حالت میں

آدمی گناہ کے ارتکاب سے محفوظ رہ سکتا ہو اور انعام کی امید پر نکلوی اور اطاعت کرتا ہے  
 دھیرے بچنے کے خیال ان سب باتوں سے آزاد ہیں بیشک دین کی غرض یہی ہے کہ آدمی نکلوا  
 بنے اخلاقی اور علمی طرز میں وہ مذہب اور شایستہ ہو کر زندگی بسر کرے لیکن یہ غرض اسی وقت  
 حاصل ہوگی جب وہ دل و جان سے یہ جانے لگا کہ خداوند تعالیٰ جزا اور سزا کا دینے والا ہے اور  
 مجھ کو ایک دن اُس کے حضور میں اپنے جملہ اقوال اور افعال کی جواب دہی کرنی پڑی گی جب ہم یہ یقین  
 نہوگا آدمی کل میلان نکلوئی کی جانب نہیں ہو سکتا ہے نیکی اور بری بھی ہکو وہی قانون الہی  
 تعلیم کرتا ہو اور قانون الہی نے ہی رواج علی العموم بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دنیا  
 پھیلایا ہے یہ امر شح طلب ہے مگر بیان اس کا موقع نہیں۔

دھیرے۔ وحدت اور کثرت کے مسئلہ کا اپنے کچھ جواب دیا اور ہمہ دست اور ناحق کی اپنے کچھ تشریح نہیں کی  
 مسلمان۔ مختصر جواب سکا یہ ہے کہ ایک کے ہندسہ پر آپ نظر کریں کہ وہ دراصل ایک  
 ہے اور تمام شمار کی اصلیت ایک کا عدد ہے اس کا وجود تمام اعداد میں موجود ہے تمام اعداد میں  
 ایک کے عدد کے موجود ہونے سے عدد واحد کی نفی نہیں ہو سکتی نہ اسکی ذات میں کوئی تغیر  
 ہو سکتا ہے یہی حال اللہ جل جلالہ کے وجود مطلق کا ہے کہ وہ خود تھا و دئی تک تھی اور کچھ  
 نہ تھا پھر اسی کی ذات سے جمیع کائنات ہو گئی لیکن اس موجودات کے ہونے سے اسکی ذات میں  
 کوئی تغیر نہیں ہو گیا وہ جیسے پہلے اور قدیم سے واحد تھا ویسے ہی اب واحد ہو اور واحد ہی ہو گا  
 اور ہمہ دست اور ناحق جو عاشقان الہی کی زبان سے نکلا وہ کمال عشق کا ہو محبوب کے  
 عشق میں جب عاشق بالکل محو اور مستغرق ہو جاتا ہے تو اُس کو سوائے اپنے محبوب کے کچھ نظر  
 نہیں آتا عالم محویت میں ہمہ تن اپنے کو معشوق گمان کر لیتا ہے عشق کا کمال فنا فی المعشوق  
 کے درجے میں اُس کو لے جاتا ہو یہ امر نہیں ہے کہ اس کا اور عاشق کا وجود ایک ہو جاتا ہو بلکہ محویت  
 اُس کو نے خود کر دیتی ہے جس سے وہ یہ کہنے لگتا ہو کہ جدھر دیکھتا ہوں او دھر تو ہی تو ہے۔

مومن شدم تو مشی می من تن شدم تو جان شدی | تاکس نگویہ بعد ازین من دیگرم تو دیگر می

وہ ہر یہ۔ مہربانی فرما کر یہ تو فرمائیے کہ آپ کے یہاں شفاعت کا مسئلہ مثل عیسائیوں کے کیسا ہے؟  
**مسلمان**۔ فارسی میں گلستان آبچی نظر سے گزری ہوگی پہلے باب کی پہلی حکایت غالباً آپ کو یاد ہوگی  
 وہ ہر یہ۔ کیونکہ نہیں "بادشاہت بنشیں سیری فرمان داد"۔

**مسلمان**۔ شفاعت کا عقیدہ تو سب کے یہاں ہے اہل شرک دیوتاؤں کو اور دیگر اہل کتاب  
 پیغمبروں اور نبیوں کو اپنا شفیع گمان کرتے ہیں۔

**عیسائی**۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ گمان اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ کفارہ  
 سب کے گناہوں کا ہو گئے اور تین دن تک اپنے پیروں کے گناہوں کے معاملے کے لیے فوج میں  
 ہے مگر مسلمانوں کا ایسا خیال نہیں ہے وہ اس حکایت کی مطابق اپنے نبی اور جملہ انبیاء کو  
 اپنا شفیع سمجھتے ہیں اس قیدی کی حکایت پر آپ نظر ڈالیں کہ قیدی حکم قتل کا سنتے ہی بادشاہ  
 کو گالیاں دینے لگا اس حالت میں وہ زیادہ مجرم اور مستوجب سزا کا تھا لیکن بادشاہ کو  
 اُسکی گالیاں سن کر بجائے غصے کے رحم آگیا اور چونکہ داب شاہی کا خیال تھا اس لیے وزیر کو  
 شناس سے فرمایا "کہ چہ میگوید" اس "چہ میگوید" کے ارشاد کو وہ وزیر دور اندیش فوراً سمجھ گیا  
 کہ یہ ترجمہ شام نہ ہے اور بادشاہ کو اُسکی جان بخشی منظور ہے جو ہم سے دریافت کرتا ہے کہ  
 "چہ میگوید" حالانکہ وہ رُودر و بادشاہ کو بُرا بھلا بُکھا ہے جسکو بادشاہ سنتا اور جانتا ہے۔  
 یہ سمجھ کر وزیر بات دہرائے عرض کیا کہ اے خداوند ہی گوید وَالْكَافِرِينَ الْغَيْظُ وَالْعَاقِبَةُ  
 عَنِ النَّارِ کہ خداوند یہ تو یہ کہ رہا ہے کہ وہ بھی تو آدمی ہی ہیں جو غصہ کو مارتے اور لوگوں کو  
 معاف کرتے ہیں بادشاہ معافی کا ذریعہ چاہتا تھا اُسکے قتل سے درگزر۔

دوسرا وزیر جو اس فرماہی سے نے خبر تھا اُسکے مخالف ہو کر مقبوع ہوا۔

پس ایسی ہی شفاعت جیسی کہ اُس نے کرنے کی ہوائے سول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی اور  
 اس میں کوئی دخل یا اختیار متصور نہیں ہو سکتا ہے قرآن میں کئے جگہ ارشاد ہو کہ لَا تَقْضِ  
 الشَّفَاعَةَ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهَا کہ خداوند تعالیٰ کے حضور میں کسی شفاعت

کام نہیں دیگی مگر جسکے لیے وہ حکم دے۔

دوسرے یہ بے شک رہت ہے اور یہی سفارش کرنے میں کوئی موقع غرض کا نہیں ہے ان دونوں صاحب کی گفتگو سے ظاہر ہو گیا کہ مذہبی خیال میں ہر دوسا صاحب مبتلا تھے۔

وہ چار مذہب جو زمین کے اکثر حصوں میں شائع ہیں۔

یہود۔ نصاریٰ۔ مسلمان۔ مشرک ہیں۔

عیسائی مذہب مذہب یہود سے اور اسلام ان دونوں سے بہت ملت ہے۔

مشرکین کا مذہب ان تینوں سے بالکل علیحدہ اور مختلف ہے اور حسب اختلاف اور کثرت فرقوں کی اس مذہب میں ہے کسی میں نہیں۔

انھوں نے اپنے معبودوں کی تعداد پوجاریوں سے بھی زیادہ مقرر کر رکھی ہے جس کا صحر نہیں ہمیشہ اُسمیں افزائش کی جاتی اور معبودوں کی تعداد بڑھائی جاتی ہے۔

یہ اپنی مذہبی کتابوں اور پشتکون سے بھی واقفیت نہیں رکھتے رسم و رواج اور آباء کی تقلید اسکا مذہب ہے۔

اوپر کے تینوں مذہبوں کی مطابقت انکی صداقت کا بہت ہی بڑا ثبوت ہے۔

جن جن باتوں میں یہ تینوں مذہب متفق ہیں انکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(۱) خدا واجب الوجود ہے۔

(۲) پیغمبر اور انبیاء اسکے رسول اور نبی ہیں۔

(۳) آسمانی کتابیں خدا کا کلام اور منزل من اللہ ہیں جو رسولوں پر نازل ہوئی ہیں۔

(۴) قیامت آنے والی اور اعمال کی پرکش یقینی ہے۔

(۵) سوائے خدا کے کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(۶) خدا کی عبادت فرض ہے۔

(۷) زمین کی ایک جگہ خداوند تعالیٰ نے قبول فرما کر اسکو زیارت گاہ قرار دیا ہے۔



(۸) ملائک کے وجود میں اشتباہ نہیں اور توریت - زبور میں بے شک تحریف کی گئی ہے - جن اصول میں اختلاف ہے اُنکو دیکھو -

(۱) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے مسلمان قائل اور عیسائی - یہودی منکر ہیں -  
(۲) عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی پیغمبر نہیں مانتے خدا کا بیٹا کہتے ہیں مسلمان اُنکو پیغمبر اور الوہ صہم تسلیم کرتے ہیں یہودی اُنکو بالکل نہیں مانتے -

(۳) موسیٰ علیہ السلام کو ہر سہ مذہب پیغمبر برحق جانتے ہیں اور کتاب توریت جو انہیں نازل ہوئی اسکو آسمانی کتاب اور منزل من اللہ سمجھتے ہیں مگر یہودی موسیٰ پر نبوت کا خاتمہ کرتے ہیں -  
(۴) یہودی توریت کو عیسائی توریت زبور انجیل کو اور مسلمان انکے سوا قرآن کو بھی آسمانی کتاب اور خدا کا فرمان جانتے ہیں -

(۵) یہودیوں کا توریت پر عیسائیوں کا زبور - توریت - انجیل پر اور مسلمانوں کا صرف قرآن پر عمل ہے -

(۶) یہودی - عیسائی بیت المقدس کو اور مسلمان بیت المقدس کے علاوہ خانہ کعبہ کو بھی اپنا زیار گاہ سمجھتے ہیں مگر مسلمان بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز نہیں پڑھتے -

(۷) طریق عبادت ہر سہ مذہب کا مختلف ہے -

(۸) یہودی - مسلمان ختنہ کراتے ہیں عیسائی نہیں کراتے -

(۹) یہودی عزیر علیہ السلام کو عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں مسلمان ان دونوں کو نبی اور پیغمبر مانتے ہیں -

(۱۰) یہودی اور عیسائیوں کے نزدیک پیغمبر معصوم نہیں اور مسلمان سب انبیاء کی عصمت کے قائل ہیں -

(۱۱) یہودی - عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے قائل ہیں اہل اسلام کہتے ہیں کہ ایک یہودی کو خداوند تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ کر دیا اور یہودیوں نے اُسکو حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھا دیا اور صبح علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھا لیا گیا -

بچے مذہب  
کی شناخت

یہودی۔ عیسائی۔ اہل اسلام۔ مشرکین ان چار مذہبوں میں  
دیکھنا چاہیے کہ خدائی مذہب کونسا ہے اور ہم کس معیار سے حق و باطل کی تمیز  
کر سکتے ہیں؟ آگے بڑھتے ہوئے پاس کیا ہے کیونکہ ہر ایک کو دعویٰ اپنے اپنے مذہب کی حقیقت کا ہے  
ہر آدمی کے جسم میں خداوند تعالیٰ نے دو چراغ رکھے ہیں یا یہ کہو کہ جس ذات پر لقب انسان  
کا بولا جاتا ہے ایک عقل اور دو آنکھیں لکھا ہے ظاہری اجسام کے دیکھنے کے واسطے  
آنکھیں اور انکی ماہیت دریافت کرنے کو عقل ہے۔

ہر چیز کی کیفیت اور حقیقت جو کچھ ہو دافیت ہوتی ہے وہ انھیں دو ذریعوں سے معلوم ہوتی ہے  
یہ دونوں چراغ اسی واسطے ہو کہ مطلق نے عطا کئے ہیں کہ ہم انکے ذریعے سے تاریک و روشن  
چیز کو دیکھیں پردہ کی بات سے جسکو ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں واقف ہوں اپنے جسمانی روحانی  
زندگی کی جستجو کریں نیک و بد کی امتیاز ہو کہ جسکو ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور پھر کھیں۔  
سو غور کرنا چاہیے کہ دنیا میں وہ کیا چیز ہے جسکو ہماری دونوں آنکھیں اور عقل پرکھ کر ہو کہ  
یہ بتلا دیں کہ یہ مذہب حق ہے اور یہ باطل۔

لیکن اس سے کسی فرد بشر کو انکار نہیں ہو سکتا کہ جسکو ہم مذہب یا ہرم کہتے ہیں وہ ایک قانون الہی ہے۔  
مشرکین نے گو معبودوں کی تعداد حد سے زیادہ اور یہودی اور عیسائیوں نے کم اور مسلمانوں  
نے صرف ایک ہی ذات پر حصر کیا ہے مگر سب کے نزدیک ایک خالق کل کائنات کا ایک ہی ہے۔  
یہ مسئلہ ایسا مسلم ہے کہ جہیں کسی کو کوئی عذر نہیں ہے۔

جس ذات نے یہودیوں کو بنایا اسی نے عیسائیوں کو جسکے بندے مسلمان ہیں اسی کی  
خلق مشرکین ہیں خواہ کوئی ایک نام لے یا دو اور تین نام سے یا ہزار لاکھ اور کروڑ  
پکائے مفہوم ہر ایک کا ایک ہی ذات ہے۔

یہ جس قدر مخلوقات اور دنیا کی کل کائنات جو سب کا وہی خالق اور کرتار ہے اور زمین  
و آسمان و مافیہا انکی رحمت اور قدرت کا ملکہ کا ظہور ہے۔

پس جس حالت میں ہندو مسلمان - یہودی عیسائی مجوس سب کا ایک ہی خالق اور مالک ہے تو اس کا قانون بھی ایک ہی ہونا چاہیے اور وہ مذہبی قانون خدائی قانون سے بالکل مطابق ہونا واجب ہے۔

اس لیے جو مذہب خدائی قانون سے مطابقت رکھتا ہو وہی خدائی مذہب ہے ورنہ محض باطل اور لوگوں کی من گھڑت ہے جسکو جاہلون نے اختیار کر لیا اور اس کا پھر رواج تقلید آبائی کے سبب دنیا میں ہو گیا۔

جبکہ سب کا یہ عقیدہ ہے کہ مذہب خدا کی جانب سے ہے تو خدائی مذہب کے ایسے ایسے نشانات اور علامات ہونی چاہئیں جنکو ہر کوئی دیکھ سکے اور ہر جگہ اور ہر شے اور جملہ مخلوقات میں وہ نشان ظاہر اور باہر ہوں۔

دیکھنا چاہیے کہ وہ قانون الہی جس سے کسی فرقے کے آدمی کو انکار نہیں ہو سکتا و نہین کیا ہے وہ قانون الہی جو ہر دم اور ہر خطہ ہمارے پیش نظر ہے۔ فطرت ہے جس سے کوئی شے اور کوئی مخلوق خالی نہیں اور اس فطرت کو ہماری آنکھیں ہماری عقل ہر جگہ ہر دیکھ سکتی اور دریافت کر سکتی ہے۔

**فطرت** کیا چیز ہے! وہ ایک قدرتی اور خلقی اثر ہے جس پر قدرت نے مخلوقات کو بنایا اور وہ اثر اُس شے اور مخلوق سے کسی حالت اور کسی وقت میں زائل نہیں ہو سکتا ادنیٰ سے اعلیٰ تک جس چیز پر نظر کرو وہ اثر ہر ایک میں ہر کوئی نظر آتا ہے۔

اس فطرت ہی کا نام طبعی خاصہ ہے اور اسی کے لیے علم طبعی ایجاد ہوا ہے اور یہی قدرتی اثر اور قانون الہی ہے جو ہر ملاحظہات دے رہا ہے کہ ضرور کوئی خالق ہے جس نے صنعت گری اور مصوری کی ہے جو کسی سے نہیں ہو سکتی۔

بڑے بڑے فلسفی اور صنّاع دنیا میں ہو گزرے اور اس وقت میں بھی موجود ہیں جنہوں نے اپنی حکمت اور صنّاعی سے بڑی بڑی ایجادیں بنا کر ایک عالم کو حیرت میں ڈال دیا مگر ایک کبھی

کوئی نہیں بنا سکا اور نہ اسکا کسی سے دعویٰ ہو سکا۔  
 واقعی جو خدا کا کام ہے اسکو کوئی نہیں کر سکتا کسی جاندار کا بنانا اور پیدا کرنا تو بڑی بات  
 ہے کوئی فطرتی اثر بھی کسی میں سے کوئی رفع نہیں کر سکتا اور نہ بڑھا سکتا ہے۔  
 ہاتھی کیسا عظیم الجثہ قوی جانور ہے اونٹ کو دیکھو کس شکل اور وضع کا ہے اور کس قدر  
 زور رکھتا ہے اب شیر پر نظر کرو کہ وہ پہاڑی کتے سے زیادہ نہیں ہوتا۔  
 ان تینوں جانوروں میں قدرت نے جو اثر رکھا ہے وہ نہایت ہی حیرت انگیز اور تعجب  
 خیز ہے ایسے گران ڈیل جیسے کہ ہاتھی اور اونٹ ہیں غور کرو کہ آدمی کی اُن کے دوبرو  
 کیا حقیقت ہے۔

قیاس نہیں چاہتا کہ ایسے زور اور مہیت ناک جانور اس طرح آدمی کے بس رہیں  
 کہ وہ انکو اپنی باربرداری اور سواری میں لیے پھرتا ہے۔

اونٹ کو ہم دیکھتے ہیں کہ شیر سے بدرجہا بڑا اور قوی ہے اور دانت بھی اس کے شیر کے  
 دانتوں سے زیادہ تیز اور محکم ہیں بھاگ دوڑ میں وہ اس سے کہیں زیادہ ہے اور جب  
 مری پر آتا ہے تو کیسے ہی شہسوار کو چاٹتا ہے مگر پھر ایسا غریب ہے کہ ایک آٹھ نو ہریں  
 کا بچہ ایک قطار کی قطار کو پچڑے ہوئے جہان چاہے لیجا تا ہے ڈپوک اتنا کہ ادنی جانور کو  
 دیکھ کر ہڑک جاتا ہے۔

پس قدرت نے اسکو شیر کا سادل نہیں دیا اور بقدر ضرورت سمجھ دی ہے جسکے باعث وہ آدمی  
 کے قابو میں رہتا ہے اور یہ فطرتی اثر اس سے کسی طرح سے رفع نہیں ہو سکتا۔

ہاتھی کو اونٹ سے زیادہ قوی میکل اور ذی شعور بنایا اور دانت بھی گزر ڈیڑھ ڈیڑھ گرنے  
 لائے اسکو دیے عقلمند بھی جانور نہیں اعلیٰ درجہ کا ہے اونٹ کو تو ناک بیدھ کر قابو میں  
 کرتے ہیں اور نکیل ڈال کر جہان چاہتے ہیں لیے پھرتے ہیں یہاں نہ کوئی موقع لگا دینے کا  
 ہے نہ ناک چھیدنے کا اور نہ گلے میں رسی ڈالنے کا لیکن ہاتھی سے قوی جانور کو یہ خاک کا

تیل جس کلچا تھا ہے بٹھلا تا ہے اسکو بھی وہ دل نہیں دیا گیا جو شیر کو عطا کیا گیا ہے۔  
 شیر ایک چھوٹا سا جانور جو نہ ہاتھ سے ڈرے اور نہ اُس نے زیادہ کسی عظیم الجثہ کا خوف کر  
 نہایت نڈر اور سنخوف و خطر ہر ایک پر فوراً حملہ کرتا ہے حالانکہ نہ اس کا جسم ایسا بڑا ہے  
 نہ ہاتھی اور اونٹ سے زیادہ زور اور قوت رکھتا ہے صرف قدرت نے اُس کا دل مہیا کر  
 اور جانور و ن میں سب سے زیادہ قوی بنایا ہے۔

پس اسی کا نام فطرت اور اسی کا نام قدرتی اثر ہے اور یہ اثر ہر ایک نباتات۔ حیوانات۔  
 جمادات میں اس افراط کے ساتھ ہے جسکی انتہا نہیں جس جانور جس درخت جس شے قدرتی  
 پر نظر کرو صد ہا ہزار ہا اُن میں قدرتی اثر نظر آئینگے۔

برگ درختان سبز در نظر پوشیاد ہر ورقے و قریبست معرفت کردگار  
 آدمی کی صنعت کا یہ حال ہے کہ ایک کل جو آدمی کی ایجاد ہے اُس سے ایک غرض حاصل  
 ہوتی ہے اور اُس میں صد ہا ہزار ہا پرزے لگے ہوتے ہیں جنکا شمار بھی کرنے کرتے آدمی  
 تھک جائے قدرتی اثر دیکھو کہ ایک عضو ہے اور اس سے صد ہا فوائد ہزاروں غرضیں حاصل  
 ہاتھ۔ پاؤں۔ ناک۔ کان۔ آنکھ۔ مونہ کو دیکھ لو کہ کتنا مطالب اسے حاصل ہوتے ہیں۔  
 بدون وجود ذات باری خود بخود ایسی صورتیں یہ سترہین ہرگز نہیں ہو سکتیں

اگر خدا نہ ہوتا اور مادون اور ذرّوں کے اثر اور انکی ملاوٹ سے یہ مخلوق بنی ہوتی تو  
 اب تک آدمی جیسے دانا اور عقیل نے کیا سے کیا کر دیا ہوتا مگر قدرت سے وہ نہایت  
 ہی مجبور اور لاچار ہے۔ بڑے بڑے دانا اور بیدار مغر حکیم اس تختہ زمین پر ہو گئے سبکے  
 سب قدرت کے سامنے دم بخود رہ گئے اور بجز دست بسر ہونے کے اُنسے کچھ بھی نہیں بن پڑا  
 اور یہی اُنھوں نے اقرار کیا۔

سجائے یا کہ عالم	عالم ترا عجز نے دکھایا
------------------	------------------------

جب یہ معلوم ہو گیا کہ فطرت قدرتی اثر ہے اور یہ خاصہ جمیع مخلوقات میں موجود ہر جوہر

ہمارے پیش نظر ہے اور خود ہمارے ہر ایک عضو سے اُسکا اعلان ہو رہا ہے تو فطرت کے اصول کے خلاف ہے کہ انسان جسکو اشرف المخلوقات جمیع کائنات میں ہم دیکھتے ہیں اور نفسِ ناطقہ اسی کو عنایت کیا گیا ہے اور جو اس عالم کی چیز ہے وہ سب اسکے فائدے اور اسکے آرام کے لیے بنائی گئی ہے۔

جسے پرورش اور طاقت کے لیے تو یہ کچھ کارخانہ بنایا گیا ہے روحی سامان کچھ نہیں کیا گیا کھاؤ۔ پیو۔ مزے کرو جب موت آئے چلد و مذہب ملت سے کچھ غرض نہیں سب خیالی ڈھکوسلے ہیں۔

جو شخص فطرت کے اصول کو جانتا اور سمجھتا ہے وہ کبھی ایسے آدمی کو انسان نہیں خیال کریگا اور ایسے خیال کا آدمی دراصل حیوانِ مطلق سے کم نہیں اور ایسے لوگوں سے ہمارا روئے سخن بھی نہیں نہ وہ قابل گفتگو ہیں اور نہ لائق ذکر

جس قادمِ مطلق نے آدمی کی پرورش کے لیے زمین سے صد ہا قسم کے غلے ہزاروں قسم کے میوے لاکھوں قسم کی ترکاریاں قسم قسم کے دودھ طرح طرح کی سواریاں ہزاروں لاکھوں طرح کی پوشاکیں اور زیور بنائے اسنے روح کے ترکیب اور صفائی کے لیے کچھ نہیں کیا جو واقعی اصل الاصول ہے اور انسان اُسی سے مراد ہو ورنہ یہ جسم خاکی اُسکا مرکب ہے سو مرکب کی پرورش کے لیے تو دنیا بھر کا سامان اور شہسوار کے لیے کچھ بھی نہیں یہ محض خطا اور نئے ربطات ہے جو کسی طرح سے دل کو نہیں لگتی۔

ہر ایک رتی شے اپنا طرز رکھتی ہے اور کوئی شے ہر کو ایسی نظر نہیں آتی جو اُس قاعدے سے جیسر وہ بنی ہے تجاؤ کرے پھر کیسے سمجھا جائے کہ روحی اصلاح کے لیے کوئی قانون نہیں ہے نہ شک اور بہت ضرور روح کے لیے قدرتی قانون ہے اور خداوند تعالیٰ نے بہت تھوڑی تانسان کے دنیا میں رکھنے کی مقرر فرمائی ہر اسکی ضرورت کوئی وجہ خاص ہے۔ کس لیے کہ یہ عالم مکان اور انسان مین ہے مکان کو تو اس قدر قرار کہ ہزاروں لاکھوں

برس سے ایسا ہی قائم اور برقرار اور جسکے واسطے یہ عالم بنایا ہو کچھ بھی قرار نہیں۔  
اسکی وجہ خاص یہی ہے کہ اس دنیا میں انسان کو محض آزمائش اور روحی اصلاح کے لیے  
بھیجا جاتا ہے کہ اس دافانی میں چند روز رکھ کر وہ اپنی روح کی اصلاح کرے واپسے ملک  
اور خالق کو بیان کے خدشات اور تعلقات میں نہ بھولے۔

جو لوگ مذہب سے آزاد اور مذہبی خیالات سے اپنے کو علیحدہ سمجھتے ہیں وہ قانون فطرت  
پر غور کریں تو انکو معلوم ہو جائیگا کہ روح کی دستی اور اصلاح کے لیے مذہبی پابندی نہایت  
اہم اور متم بالشان امر ہے اور خاص فطرت کا اقتضا ہے۔

مذہب کے لیے تین امر بحث طلب اور قابل غور ہیں۔

نہی ضرورت

- (۱) یہ کہ انسان کے لیے مذہبی پابندی ضروری ہے یا نہیں
- (۲) یہ کہ اگر مذہبی خیال درست اور صحیح ہے تو روئے زمین پر کونسا مذہب حق ہے جسکی  
پابندی کرنے سے انسان کو اپنی نجات کا کُلّی یقین ہو جائے
- (۳) یہ کہ ہمارے پاس وہ کیا ذریعہ ہے جس سے ہم آسانی دریافت کر سکیں  
کہ یہ مذہب حق ہے۔

ہم انہیں تین امر کی بحث کرنا چاہتے ہیں۔

امرا قول۔ اگرچہ اوپر تحریر ہو چکا ہے کہ مذہب روح کی شائستگی اور اصلاح کے لیے  
ہے لیکن بیان اسکی کسی قدر وضاحت کیے دیتے ہیں۔

بہ نظر غور تعصب اور جہالت سے آزاد ہو کر جو قانون قدرت (فطرت) پر نظر ڈالی  
جاتی ہے تو مذہب کی پابندی ہر ایک فرد بشر کے لیے نہایت ہی ضروری ہے کیونکہ  
انتظام عالم اُسی پر منحصر ہے۔

مذہب دنیا  
میں مان ہے

اگر آدمی مذہب سے برطرف ہو کر یہ عقیدہ رکھینگے کہ کوئی ہمارا مالک نہیں ہے اور نہ ہمارا  
لیے جزا و سزا ہے ہر ایک جاندار اور ذی روح میں از خود ایک قوت ہر اور وہ قوت جب تک

رہتی ہے وجود قائم رہتا ہے جو وقت وہ قوت سلب ہوئی وجود فنا ہو جاتا ہے اور ب  
 ذرے خاک میں مل جاتے ہیں جو کچھ آرام اور تکلیف ہو وہ اسی عالم میں ہمارے لیے ہے  
 مرنے پیچھے کچھ نہیں ایسا خیال کرنے سے انسان نے خوف ہو جائیگا اور اپنی زندگی کے  
 آرام اور فوائد کی خاطر نہ کسی کے قتل کو گناہ سمجھیگا اور نہ دوسروں کا مال غصب کرنے  
 درگزر کریگا اور نہ کسی کے ساتھ سلوک اور احسان کو اپنے نزدیک مفید گمان کر سکتا ہے  
 جہان تک اُس سے اس مطلق العنانی میں ممکن ہوگا دغا بازی۔ نئے ایمانی۔ ظلم۔ غارتگری۔  
 چوری۔ ریاکاری سے اپنی اغراض کے پورا کرنے میں سعی بلیغ کریگا اور ایسا کرتے ہوئے  
 اُسکو کوئی خوف کسی قسم کا نہیں ہوگا۔

دنیا کا مدار  
 مذہب ہے

اگر سب آدمی رو سے زمین کے مذہبی خیال ترک کر دیں تو ایک دم بھی یہ کارخانہ دنیا  
 کا قائم نہیں ہو سکتا ہے تمام دنیا میں فتنہ اور فساد کی آگ بھڑک اٹھے امن و آسائش  
 جس سے دنیوی کام چل رہے ہیں نام کو بھی نہ رہے۔

اور جب یہ سمجھا گیا کہ کوئی ہمارا مالک اور خالق ایسا ہے جو ہمارے اعمال اور اقوال کو ذرہ  
 ذرہ ہر دم دیکھتا ہے اور وہ ہم سے ہر ایک امر کا مواخذہ کرنے والا ہے اور ہم کو اُسکے روبرو  
 ہر ایک بات کی جوابدہی کرنی پڑیگی اور اُسکے احکام کے خلاف عمل کرنے میں ہر کوشش  
 سزا ملیگی تو آدمی اپنی زندگی کو فضول نہیں خیال کریں گے۔

خوش معاملگی اور ایما داری کا برتاؤ رکھیں گے راستی۔ فروتنی۔ رحم۔ ہمدردی اور احسان  
 کرنے کو سرمایہ اپنی نجات کا جانیں گے۔

اس سے دنیا میں خلقت کو آرام ملیگا فتنہ اور فساد نہیں ہوگا نظام عالم نہایت خوبی  
 کے ساتھ قائم اور برقرار رہیگا۔

مذہب ہی فتنہ

اگر یہ خیال کیا جائے کہ قانون سلطنت واسطے اسناد قتل۔ چوری۔ غارتگری۔ دغا د  
 فریب کے کافی ہے اور اسی سے دنیا میں یہ انتظام پھیلا ہوا ہے تو یہ خیال محض باطل ہی



اول تو ہر جگہ اور ہر شخص کی نگرانی شاہی قانون نہیں کر سکتا صد ہا ہزار ہا موقع ایسے ہیں جہاں سرکاری ضابطہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

دوم جب وضعان قانون نہایت آزاد ہونگے تو وہ بھی اغراض سلطنت کو مقدم کھینکے انسداد جرائم کی جانب کیونکہ اغلب ہوئے انکو جو یہ جہد و جدوجہد جرائم کی نسبت ہے وہ بھی اسی مذہبی خیال کا باعث ہے اور چوری۔ قتل۔ ٹھگی۔ دہشتی وغیرہ کو جرم بھی نہ کہو نہ ہتے بتلایا ہے اور مذہبی قانون نے ہی ہموطریق تمدن اور آئین سلطنت کی تعلیم دی ہے۔

جیسا آدمی کی زندگی قائم رکھنے کے لیے غذا کی ضرورت ہے کہ بدن غذا کے آدمی زندہ نہیں رہ سکتا اور سب جاندار غذا کے محتاج ہیں اسی کے باعث کوئی امیر اور کوئی فقیر کوئی بادشاہ اور کوئی غلام کہلاتا ہے۔

ایک تخت جو اہر نگار پر تاج صبح بر سر شستہ دوسرا اسکے وبر دست بستہ مگر بستہ۔ یہ وہی غرض ہے جو انسان کو مجبور کر رہی ہے ورنہ یہ آزادی پسند انسان ہرگز کیسا فرمان بردار نہوتا اور کسی بادشاہ کے سامنے بھی سر نہ جھکا تا مگر پیٹ کی آگنے اسکو ہت۔ عاجزا و ناچار کر رکھا ہے کہ نہ اسکو اپنی شرافت کا خیال ہو اور کسی قسم کی ندامت کا ملال۔ وہ وہ ناشائستہ اور نیشمری کے کام اس سے سرزد ہوتے ہیں کہ جسکی نظیر نہیں۔ اسی طرح حیات جاودانی اور روح کی تازگی کے لیے مذہبی ضرورت ہے وہی غذا ہو تو یہ روحی غذا۔ انھیں دونوں چیزوں پر تمام دنیا کے انتظام کا انحصار ہے۔

اس سے بخوبی ثابت ہوگا کہ انسان کے لیے مذہبی پابندی نہایت ضروری ہے و ہوا المراد۔ امر دوم۔ پر نظر کرو کہ دنیا کے تمام مذاہب میں کونسا مذہب حق ہے۔

اگرچہ بادی النظر میں اس سوال کا جواب نہایت مشکل اور پیچیدہ معلوم ہوتا ہے مگر تھوڑی سی غور کرنے سے دریافت ہو جائیگا کہ مذہب حق وہی ہے جسکے اصول و قانون الہی (فطرت) سے ملتے جلتے ہیں کیونکہ خدا کے افعال اور احکام میں فرق نہیں ہو سکتا۔

کونسا مذہب  
حق ہے

دیکھو خدا کا فعل یہ ہے کہ اُس نے تمام دنیا کو ایک خاص قاعدے کی موافق بنایا اور اس کا حکم مذہب ہو اگر دونوں میں اختلاف ہوگا تو ذات باری تعالیٰ پر الزام عائد ہوتا ہے جو محال ہے لہذا وہی مذہب حق ہے جو فطرت سے ملتا ہو اور وہی قدرتی اور خدائی مذہب ہے جو انسان کی اصلاح کے لیے عنایت ہوا ہے وہی اسکی تہذیب اور نجات کا باعث ہے اور وہی اسکی حیات جاودانی کا سبب۔

اسی کے اصول سنجیدہ اور اسی کے فروع پسندیدہ ہیں جس قدر اسکی اشاعت دنیائے زمین پر ہوگی اسی قدر شایستگی۔ تہذیب۔ ہمدردی۔ حیا۔ عفت۔ عدالت اور دیانت دنیا کا انتظام ترقی پذیر ہوگا۔

بہت کم لوگ دنیا میں ایسے ہیں جو مذہبی خیال سے آزاد اور اسکو خیالی ڈھکوسلا سمجھتے ہیں اور ایسے خیالات کے آدمی فی زمانہ مذہب خطہ یورپ اور امریکہ میں اکثر ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ جیسا مذہبی معاملہ پیچیدہ ہو ایسا کوئی معاملہ دنیا کا پیچیدہ اور الجھا ہوا نہیں ہے جو لوگ اہل کتاب ہیں وہ بت پرستوں آتش پرستوں اور دیگر مشرکین کے مذہب کو نہایت نفرت بھری نگاہ سے دیکھتے ہیں اور انکو قابل خطاب نہیں سمجھتے۔

ہمارے ہندوستان کے اہل ہندو اہل کتاب کے ہاتھ کا پانی تک نہیں پیتے اور انکو ملچھ خیال کرتے ہیں وہ کیا چیز ہے جس سے اہل کتاب اہل ہندو سے متنفر اور اہل ہندو اہل کتاب سے وحشت ناک ہیں؟ خاص مذہبی خیال ہے جس نے بنی نوع انسان میں یہ تفرقہ ڈالا ہے ورنہ یہ سب جلتے اور سمجھتے ہیں کہ ہم سب ایک باپ کے بیٹے ہیں۔

اہل کتاب کا مذہب انکو موافقت اور مناکحت کی اجازت دیتا ہے مگر پھر بھی اسکا رواج نہیں رسم کی پابندی مذہب پر بھی غالب ہے۔

سب سے زیادہ خراب حالت مشرکین اور مجوس کی ہے کہ وہ اپنی مذہبی حقیقت پر مطلق غور نہیں کرتے رسم و رواج اور آبائی تقلید کی پابندی میں جکڑے ہوئے ہیں کہ جس طریقے پر

انکے باپ دادا چلے آئے ہیں انھیں کے قدموں پر یہ دوڑتے ہیں اور مطلق غور نہیں کرتے کہ وہ گمراہ تھے یا روبراہ وہ عالم تھے یا جاہل محقق تھے یا متقدم۔

اس دھرم کے لوگ اپنے عقیدے پر ایسے مطمئن اور نے فکر ہیں کہ مطلق پر وہ نہیں کرتے اور بت پرستی مردم پرستی آتش پرستی نباتات پرستی حیوانات پرستی کمان تک شمار کی جائے جملہ مخلوقات پرستی رات دن کرتے ہیں اور انکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے کہ یہ کیا واہیات ہے۔

جنگنا نام جیتے اور جن اشیا کو پوجتے ہیں انکو بھی طرح سے جانتے ہیں کہ یہ آدمی تھے اور یہ اشیا مخلوقات ہیں جی آدمی کے لیے بنائی گئی ہیں پھر بھی انکو معبود اور اصلی مقصود سمجھتے ہیں حالانکہ جنگی وہ پرستش کرتے اور جنگنا نام ہر دم جیتے ہیں کوئی فرمان یا دستاویز مذہبی انکی عبادت کرنے کی انکے پاس نہیں اور نہ عبادت کا طریقہ مختص ہے کوئی مہا دیو جی کی اور کوئی کرشن جی کی اور کوئی آفتاب کی اور کوئی بالاجی کی اور کوئی پارستیا تھ جی کی اور کوئی گنگا اور لکشمی کی عبادت کرتا ہر مقتدر معبود ہیں جنگنا کوئی نہیں کر سکتا باوجودیکہ یہ کچھ اختلاف انکے اصول مذہبی میں ہے مگر وہ سب کو اپنا ہم مذہب سمجھتے اور سب مشرکین کو ایک نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

یہ ہرگز نہیں خیال کرتے کہ کوئی کسی پرستش کرتا ہو اور کیوں اور کس وجہ سے کرتا ہو حالانکہ ہر ایک کے مذہبی اصول مختلف اور عبادت کے طریقے بھی جدا گانہ ہیں اور انکے مذہبی اختلاف کی حد نہیں۔

وہ اپنے زعم میں یہ سمجھتے ہیں کہ نجات ہر ایک کی ہر ایک طور سے ہر مذہب میں ہو جائیگی جو خیال فلسفہ فرمان بردار اور نافرمان کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

برہمن - چھتری - مہیس قدرتی سدھ ہیں باقی سب بشر اور پٹھان ہیں جو خدا کے

سلہ (برہمن) اہستہ میں برہمن کوئی خاص قوم یا نسل نہ تھی ایک عمدہ تھا جو دوسری قوموں کو بھی حاصل تھا اسکی تصدیق سنسکرت مفسر ۸ اشوک ۳۸ سے ہوتی اور سواتر چندرینی چھتری تھا جو ریاضت اور عبادت کی وجہ سے برہمن کہلایا اور برہمن اور بس بھی چھتری کہلاتے تھے غرضکہ یہ لقب ذات پوتہ تھے بلکہ ہزار پریشہ پتھے۔ جسے جو پٹہ برہمن - چھتری یا مہیس کا اختیار کیا وہ آتش نام سے موسوم ہوا جیسے فی زمانہ بابو کا لقب قومی نہیں ہے عمدہ کا لقب ہر چہ بنگالیوں نے زیادہ توجہ نہ کر لیا ہے (دیکھو ہر ہنس پوران)۔

سکندر کا مذہب

بیان خواہ کیسے ہی اعمال نیک کریں اور اوپر کی اہلی ذاتیں کتنی ہی بدی کریں پھر بھی یہ اعلیٰ درجے میں اور وہ نیچے کے درجے میں رہیں گے اور برہمن کو کیسا ہی ظالم۔ حرام کا اور زمانے بھر کا بد اعمال ہو حال میں بے پوچھے بہشتی ہو اس سے کوئی مؤخذہ کسی قسم کا نہیں ہوگا کوئی مشرک خواہ بت پرستی کرے یا نہ کرے جب تک وہ کسی غیر قوم کے ساتھ کھانے پینے سے محترز ہے ہندو دھرم ہے اور خواہ عقائد میں وہ ہندو دھرم کا پابند ہو اور کسی غیر قوم کے ساتھ جان اُسے کھانا کھایا دھرم سے باہر ہوا۔

طرفہ یہ ہے کہ برہمن چھتری کے ساتھ اور چھتری بیس کے ہمراہ کھانا نہیں کھا سکتا اور شدر کو تو اپنے شامل کیوں کھلانے لگے ہیں اور نہ شدر باہم کھا سکتے ہیں جس حالت میں یہ ایک دھرم رکھتے ہیں تو پھر کھانے پینے میں یہ پرہیز جرت انگریز ہے۔

اہل ہنود کے اقوال اور لکھے افعال مذہبی سب اسی قسم کے ہیں جنکے دیکھنے اور سننے سے نہایت تعجب ہوتا ہے۔

اہل بصیرت آگاہ ہیں کہ یہ دھرم اس ملک میں برہمنوں کا ایجاد ہے جنہوں نے اپنے فرائض اور اغراض نفسانی کی غرض سے یہ مذہب وضع کیا ہے اور ہر ایک عبادت اور ہر کام میں اپنا فائدہ مد نظر رکھا ہے۔ ایک اپنے لیے تو یہ افتخار اقتدار غیر محدود کہ برہمن جو چاہے سو کرے کسی فوج قابل گرفت نہیں اور دیگر قومیں برہمن کے سوا کسی حالت میں اس درجے کو نہیں پہنچ سکتیں۔

جیسا اپنے ہم مذہبوں کو مذہبی قاعدے سے برہمنوں نے ذلیل خوار کیا ہو اُنکی نظیر بھی کسی مذہب میں نہیں ملے گی بھنگی۔ چار۔ تھوری۔ بھیل۔ باوری۔ سانشی۔ کنجر وغیرہ خاص اُنکے مذہبی بھائی ہیں مگر کوئی برہمن چھتری۔ بیس اولے اپنا پلا تا کہ نہیں بھڑاتا۔

### ہندو دھرم

ایک زمانہ ہندوستان کا ایسا بسر ہوا کہ جس میں علم نام کو نہیں تھا اور سب آدمی مخض حال

اور بالکل بھولے بھالے تھے اگر یہ (برہمن) جو ایران سے آئے یہ لوگ بڑے فیلسوف اور چالاک تھے علم کے سوا شبدہ باز بھی بڑے تھے یہاں انھوں نے اقوام ہند کو وحشی اور جاہل دیکھ کر جس طرح سے چاہا اپنا مطیع اور فرمان بردار بنایا اور چند اصول ایسے یاد کیے کہ جسکے سبب ایک عرصہ دراز تک انکا راز فاش نہیں ہوا۔

یہ قوم آریہ ایران کی نکلی ہوئی اور ستم دیدہ قوم تھی آئین مذہب و سلطنت سے بھی آگاہی رکھتی تھی بادشاہوں اور پیغمبروں کی آنکھیں بھی انھوں نے دیکھی تھیں۔

اُس وقت اگر وہ چاہتے تو راج پاٹ کے مالک ہو جاتے مگر وہ جانتے تھے کہ سلطنت رہنے والی چیز نہیں یا ہی لڑائی اور فساد کی جڑ ہے اور غیر ملک کے حملہ آوروں کا مسکن۔

اس دور اندیشی سے انھوں نے وہ قوانین اور آئین جاری کیے کہ بادشاہی سے زیادہ لطف اور استحکام ہے بڑے بڑے راجے جہاں راجے ڈنڈوت کرتے ہوئے برہمنوں کے قدموں پر جان مال قربان کرتے رہیں اور نہ غنیمت کا ڈر اور نہ راہزن کا خطر۔ زمین سے کوئی تعلق نہیں کھارا جہ سے لیکر پر جاتا تک سکے اور اپنے حقوق فرض کر دیے کہ کوئی متنفذ ہونے والے حق برہمن کے نہ روٹی کھا سکے

۱۵ (آریہ) سکندر عظیم کے وقت میں ہرات کا نام آریات تھا قوم آلائی جو کہ قاف کے اطراف سے ہرات میں قیوم ہوئی انکو آلیات پھر آلیات بعدہ آریات کہنے لگے ایک زمانے کے بعد الانیہ سے آلیہ اور پھر آریہ مشہور ہو گیا اس میں کسی خاص قوم کی تخصیص نہ تھی کل اقوام کے لوگ شامل تھے پنجاب میں آریہ سولہ سو برس قبل عیسیٰ علیہ السلام کے آئے اور ملک مصر سے قطیف اور خلا سے پھتری شام سے ناگ عرب سے جاٹ ہند میں آئے اور یونانی انکے شامل ہو گئے وہ بھی آریہ کہلائے جیسا کہ حال کے زمانے میں انگریز۔ فرانسیس۔ جرمن وغیرہ ہندوستان میں ان کو اہل ہند فرنگی اور صاحب ہمار کہتے ہیں۔ اُن سے پہلے ہند میں شیوا اور دون خام بن نوح علیہ السلام کی اولاد کی نسل موجود تھی جو کسی قدر نئے ڈول اور پرشکل تھی جنکو آریہ گورے چڑے والے رکھش کہنے لگے اور اب وہ لوگ گوند۔ سنھال۔ بھیل۔ ماری۔ راوڑی کے نام سے مشہور ہیں۔

۱۶ ابتدا میں برہمن کوئی ذات نہ تھی بلکہ جو لوگ خدا پرست یا نہ بھی پیشہ ہوتے وہ اُس نام سے مقرب ہوتے تھے ایسا وہ یہ ممتاز لقب ان فوہرا وایانیوں نے اختیار کیا۔ جو برہمن نہ تھے بلکہ برہمن تھے۔

نہ کپڑا پہن سکے نہ کوئی تقریب شادی وغنی تیر توار کی ادا کر سکے ہر بات اور معاملے میں برہمن کا حق کھدیا۔  
برہمنوں نے نہ ہندوستان پر قبضہ کیا اور نہ وہ کسی قطعہ زمین کے مالک ہوئے ہالیان اور باشندگان  
کو انھوں نے نسلاً بعد نسل اپنے لیے مکحول در رہن کر لیا اور سب کو اپنی جاگیر بنالیا مرد و کو بھی اپنے  
ٹیکس سے بری نہیں کیا مرنے مارنے کے لیے اہل ہندو اپنے محال وصول کرنے کے لیے آریہ  
انگو دیں مذہب سے اور اپنے اور اہل ہند کے جہنی ہونے سے کوئی غرض نہیں تھی کیا مرد  
دو زرخ میں جاے یا بہشت میں انکو تو اپنے برہم بھوج سے مطلب تھا۔

یہ بھولے بھالے ہندوستانی جو نہ کوئی علم رکھتے تھے اور نہ عقل انکی سحر طرزی اور دم باری  
میں آگئے اور جب قدر راج انکو انھوں نے پچائے نہ چنے لگے۔

مشاہدہ شہادت سے رہا ہو کہ آریہ وہی برہمن ہیں جنکے حقوق کل افراد اقوام ہند پر ہیں  
وہی سب سے پہلے مغربی ملک سے جہالت کے زمانے میں یہاں تشریف لائے اور  
مطلع صاف دکھ کر آتے ہی اپنا سکہ جمایا۔

ہند کے سادہ لوحوں کے دل میں نفیٹش بٹھایا کہ موت - حیات - مال - اولاد  
تمھاری سب برہمن کی زبان پر ہے۔

وہی یہ قوم ہے جو کہیں گوڑ برہمن اور کہیں سرکالی اور کہیں اوجھے اور کہیں  
چوٹے اور کہیں ٹیکر نوں کے نام سے ہندوستانی پھیلی ہوئی ہے۔

ان میں سے بعض تیرتھوں کے پانڈے اور بعض مندوں کے پوجاری اور بعض گرجی مہالچ بن بیٹھے  
در اصل ایک قوم ہیں جو مختلف مقاموں پر رہنے سے علحدہ علحدہ لقب سے مشہور ہو گئی ہے۔

تاریخ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم قطعی ہے جو فرعون کی قوم تھی اسکو بعض محقق سلا نیات کہتے ہیں۔

جیسے انھوں نے مصر میں فرعون کو معبود کہلوا یا ایسے ہی اس ملک ہندوستان میں ہرے  
راجون کو مال پر جتو یا جیسا کہ اب تک اہل ہندو گمرشن اور رام چند راجی کا نام چیتے اور  
خدائی میں انکو شریک سمجھتے ہیں۔

جسکو انھوں نے زبردست اور غالب دیکھا اُسی کو اوتار کا لقب بخش دیا۔

ان اجاؤں کا اس لقب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ تمام عایا بر یا جان نثاری کو اپنی نجات کا باعث سمجھتی باو شاہت کے استحکام اور دوام کا انحصار رعیت کی رضامندی پر ہے اسکے واسطے بادشاہ کو ڈرون روپیہ صرف کرتے اور ہزاروں طرح کی تدبیریں کرتے ہیں اور پھر بھی رعایا کی رضامندی حاصل نہیں ہوتی عظیم فائدہ ایک بات کی بات میں حاصل ہو گیا پھر وہ راجے ہمارے پنڈت جی ہمارا ج کی قدر دانی اور انکے حقوق کی نگرانی کیوں نہ کرتے۔

انھوں نے راجہ کو اوتار کہلوا یا اور راجہ سے خدا بنایا راجہ نے پنڈت جی کو ہمارا ج کا خطاب عطا فرمایا ”من ترا حاجی گویم تو مرا حاجی گو“۔

یہی آریہ جو دراصل مصر کے باشندے ہیں اسوقت تک مصر جی کہلاتے ہیں یہ لقب ابھی سکونت اور اسالت کی بر ملا شہادت دے رہا ہے۔

اسیمن شک نہیں کہ ہندوستان میں یہ لوگ ایران سے آئے جو آریہ کہلاتے غالباً ایرانیہ کا آریہ ہو گیا ہے جیسا کہ امتداد زمانہ کی وجہ سے ہو جاتا ہے جسکا حال بان ان جانتے ہیں اور یہ صرف ایک تاویل فی زمانہ و یا تندیوں نے واسطے رفع الزام کے تحقیق کی ہے کہ آریہ مذہب کا نام ہے جسکے معنی نکو کار کے ہیں اور یہ مذہب تمام دنیا میں شائع تھا جسکا کوئی ثبوت نہیں اور دعویٰ بلا دلیل ہے۔

ایک تو مصر کی تاریخ میں فرعون کا واقعہ کہ جب فرعون اور اسکی قوم دریائے نیل میں غرق ہوئی تو باقی قطبی بنی اسرائیل کے خوف سے ایشیا میں بحر قلزم کے اس طرف چلے آئے۔ دوسرے ہند اور مصر کا تعلق جو صد ہا برس پہلے ہمارے بیان کی تصدیق کرتا ہے۔

ہندوستان کا ملک پہلے زمانے کی حالت میں نہایت محفوظ اور امن کی جگہ تھا کہ تین طرف تو سمندر اور ایک جانب ایک عظیم اور بلند پہاڑ ہمالیہ سے جو دو ہزار میل تک ہندوستان کی ایک شمالی سمت کو گھیرے ہوئے چلا گیا ہے محد وہ صرف اسکی مغربی سمت میں ایک

گھائی خیر کی میان کے دخل ہونے کی تھی جسکی روک کے لیے دریا سے اٹک اُس تمام سمت میں اپنے پانچ معاونوں کے ساتھ بڑے زور شور سے دغلیں کا سد راہ تھا۔ اسی باعث کئی ہزار برس تک مغربی سمت سے کوئی حملہ آور نہیں ہو سکا اور جب قدر وقت یہاں آنے میں بھی اس قدر کسی ملک کے فتح کرنے میں بھی واقع نہیں ہوتی تھی۔

پھر زندگی کا کل سامان ایک ہی ملک میں مہیا۔ سب چیزیں بافراط یہاں پیدا۔ وہ قطبی جو مصائب اٹھا کر ایران میں آئے اور وہاں بھی انھوں نے معرکہ اریان اور اریانیاں کھین تو مار گزیدہ از رسیان پچیدہ انکا ایک فریق میان آگیا ملک کچھا ہندوستان جنت نشان سب طرح مامون اور محفوظ یہیں خست اقامت ڈال دیا اور وہ قدم جمائے کہ ہزاروں برس گذر گئے اب تک وہی اعزاز اور وہی احترام اہل ہندو کے نزدیک برہمنوں کا ہے۔

انکے وقار اور حسن معاشرت کا شہرہ منکر انکے برادر خواہ فسر جو بعد میں ارد ہوئے اور ان سے خواہ نگاری معاش کی کی تو مجبوراً انکی گذر کے لیے نئی قسم کے مذہبی ٹیکس سب اقوام اسی خوش سلوبی کے ساتھ لگا دئے کہ اپنی دھننا میں کوئی نقصان یا ہرج واقع نہو اور وہ مردہ الحال اور فارغ البال ہو جائیں کسی کو مردہ کے دان پر اور کسی کو سینچر اور طلا دان پر رضی کر لیا کہ جسم کا صدقہ اور مردوں کی خیرات اور سونے کا دان انکو دیا جایا کرے۔

جو قومیں بعد میں آئیں وہ اگر پہلی قوم سے اعلیٰ اور افضل نہیں تھیں تو کم بھی نہیں تھیں مگر چونکہ یہ نے اختیار نو وارد اور وہ قابو یافتہ اور مختار کل تھے کیا کر سکتے تھے مردوں کی خیرات اور سینچر دان پر رخصتی ہو گئے انکے اعزاز اور وقار کے لیے پہلی قوم نے انکا لقب اپنے سے زیادہ مہا برہمن (سب سے بڑا برہمن) رکھ دیا جواب کہیں اچارج اور کاٹھیا اور ڈاکوت کہلاتے ہیں۔

ایک مدت دراز تک ان برہمنوں نے بڑے آرام و عیش کے ساتھ زندگی بسر کی انکے احکام آسمانی فرمان سمجھے جاتے تھے بڑے بڑے راجے مہاراجے انکے چرن لیتے تھے اور انکی رضا مندی کو ذریعہ نجات کا جانتے تھے۔



کئی ہزار برس کے بعد مہابیر کھیا گوتم رکھ پیدا ہوا جسے قوم کو مستنبہ کیا کہ یہ سب  
 قریب ان آریہ کا ہے اور یہ تمھارے ہم قوم نہیں ہیں غیر ملک کے لوگ ہیں جنکو تم سری پوج  
 سمجھتے ہو یہ دھرم کوئی دھرم نہیں ہے۔

تے برہمن خود گمراہ اور دھرم بھٹ ہیں تمکو انھوں نے اپنی اغراض کے لیے گمراہ کیا ہے  
 اور تمکو محض نادان۔ جاہل۔ وحشی سمجھ کر دھرم کے پرلے میں یہ آئین اور قوانین اپنے آرام اور  
 لطف زندگی کے لیے ایجاد کیے ہیں جنکو کوئی دانا قبول نہیں کر سکتا۔

جس قدر طریقے پوجا پاٹ کے ہیں ان سب میں برہمنوں کا اور انکی قوم کا فائدہ ہے اسی  
 واسطے مذہبی امور کا زیادہ ٹھاٹھ انھوں نے پھیلا یا ہے اور جملہ رسوم پر اپنا قبضہ کر رکھا ہے

۱۰ گوتم (گوتم) کا نام بودھ اور پھر گوتم رکھا گیا ۵۹۶ برس قبل عیسوی کے تھا کول خاندانکی روتی سے  
 سا کیا خاندان میں پیدا ہوا بودھ اس سے پہلے بھی ہو گیا ہر اسکے باپ کا نام سودھوان ہے چانا برہمن کا  
 مشیر تھا اور بودھ مذہب نے طوفان نوح علیہ السلام کے ایک ہزار برس بعد خوب ترقی پائی طوفان نوح علیہ السلام  
 بعد شریعت نوح پر سب لوگوں کا مذہب تھا جسکی بنا توحید مطلق پر تھی پھر وہی مذہب صابی کہلایا اسکے عقائد شریعت  
 اور ادریسین وغیرہ سے ملتے تھے کیومرث سے جمشید تک یہی مذہب پایا جاتا ہے اور عرب یونان مصر  
 وغیرہ میں موسیٰ علیہ السلام تک زیادہ تر اسی شریعت کا رواج رہا پھر اس میں بت پرستی شامل ہو گئی۔ بودھ سنسکرت  
 یعنی ماہذرائی زبان کا لفظ ہے جسکے معنی مجبورہ حکما اور مجبور عقل کے ہیں وہ واسطے امور مصلح و نظام سلطنت کے  
 ایک جمہوری قانون تھا جس کا نام اصول بودھ رکھا گیا تھا مذہب کوئی تعلق نہ تھا اور سب شریعت نوح اور مذہب صابی  
 کے پابند تھے شاکنو فی حکیم بودھ مذہب کا پیغمبر ناگیا ہو جو ملک خلا میں پیدا ہوا تھا مسلمانوں کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ  
 وسلم سے ۱۶۳۰ برس پہلے۔ بزرگ ہند جو کاناک پرکاش کی شریعت تھی انھیں لکھا کہ بودھ اوتار کو سمجھتے ہیں ۱۹ ہزار  
 آٹھ سو تیس برس گذرے ہیں راجہ اشوک برادر زادہ راجہ جنکے اسکو خوب ترقی دی اور لکھا کہ پھیلا یا شاکنو فی  
 کو بودھا اوتار اور پیم پوران میں گوتم کو گوتم بودھ لکھا ہے اور یہ گوتم جو بتا رہا ہے بودھ مذہب کا پیرو تھا  
 اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاکنو فی جسکو بودھا اوتار کہتے ہیں اور اسی کا نام گوتم ہے اس ہباری گوتم سے پہلے ہوا  
 علاوہ ازیں اس گوتم کے خیالات فرقے مجوس سے ملتے ہیں۔

اپنی فسوں سازی اور دم بازی سے تمہاری آنکھوں کو آنکھوں نے اندھا کر دیا ہے۔  
مذہب سے تم کو مس تک نہیں اسکی بوجھ تمہارے دماغ تک نہیں پہنچی تم جیسا حق تم  
جیسا بیوقوف دنیا میں دوسرا نہوگا کہ اپنا جان و مال ایک قوم پر نثار کر رہے ہو جس نے  
تمہارے ساتھ ٹھکانی کر رکھی ہے یہ برہمن ٹھگ سے بھی بدترین ٹھگ کا یہی کام ہے کہ وہ  
مال لے جان لے مگر یہ جان لیکر بھی پیچھا نہیں چھوڑتے تمہارے مرنے کے بعد ورثا کو  
خوب جھنجھوڑتے ہیں۔

اگر تمکو ذرا بھی عقل رہ نہائی کرتی تو تم خود سمجھ جاتے کہ بت جو تمہارے ہاتھ کے گھڑے ہو  
اور بنائے ہوئے ہیں ان پر تم جل چڑھاتے ہو انکا مونہ دھوتے ہو انکو بھوک دیتے ہو  
کہڑے سلوا کر بیچاتے ہو سب طرح تم انکی سیوا کرتے ہو اور انکو یہ سمجھتے ہو کہ ہم بڑا دھرم  
کر رہے ہیں ہماری برابر کوئی گیانی اور دھرم وان نہیں ہے دنیا کے سب اقوام میں ہم ہی  
سدھ ہیں کتنے ہی پاپ کرہن جہان نگا نشان کیا سب پاپ دھلکے بدری زرائین  
گئے اور کیا سدھ ہوئی کالی دیوی کے درشن کرتے ہی سب کلیں دور ہوئے۔

ظالمو! یہ سب پاپ کے کام ہیں جو تمکو بزرگ میں لے جائینگے ذرا ہی سمجھ کا آدمی بھی  
تمہاری اس بیہودگی کو گوارا نہیں کر سکتا بت پرستی سے بدتر کوئی پاپ نہیں اور یہ جڑی چٹھانا  
بھوک دینا بت کو مزین کرنا پھر انکو ڈنڈوت کرنا بہرہ و پیون کا سانگ ہے۔

اے قوم! آگاہ ہو کہ بت پرستی خلاف فطرت انسانی ہے اُسے ترک کرو اور وحدہ لا شریک  
کی عبادت کرو جو تمہارا اور ان برہمنوں کا مالک اور خالق ہے۔

برہمنوں کی اطاعت اور فرمان برداری سے یک قلم آزاد ہو جاؤ۔

اُس جوتی سرور پر نیکار کی عبادت کرو جسکے نزدیک سب تو میں برابر ہیں اور  
انکو کسی کی شرکت اپنی خدائی میں نہیں بھاتی۔

اُسکے نزدیک شہر اور ملچھ وہی ہیں جو اُسکے سوا انکی مخلوقات کو مالک اور خالق

سمجھتے ہیں انکی گنتی ہرگز نہ ہوگی اُنکو بزرگ میں جھونک دیا جائیگا اور کمین پناہ نہیں ملے گی۔  
 دنیا چند روزہ ہے ان خویوں کے دام فریب میں آکر کیوں اپنی اور اپنی قوم اور اولاد کی عاقبت  
 خراب کرتے ہو مرنالیقینی اور مہینی امر ہے اور خدا کے یہاں اعمال کی جزا و سزا واقع ہونے  
 والی ہے مصیبت کے دن سے غافل مت رہو اور اس چند روزہ زندگی میں اپنی عاقبت کی فکر کرو۔  
 مرنے کے بعد بچپانے سے کوئی فائدہ نہوگا۔

ہلکو غیر اقوام کی تاریخ سے اسکا پتہ نہیں ملتا کہ یہ کون کون تھیں مگر اس میں شک نہیں کہ وہ ہوسدا خود اپرست  
 قوم متنبہ ہوئی اور باہم اتفاق کر کے بتوئی پوجا اور برہمنوں کی اطاعت موقوف کی۔

گوئی مذہب کا رواج تمام ملک میں ہو گیا اور برہمنوں کو ملک سے نکالنا اور قتل کرنا شروع کیا۔  
 ایک عرصے تک خوب تلوار چلی اور برہمن بھاگ کر اور جان بچا کر دوسرے ملکوں میں چلے گئے۔

مدت دراز تک بدھ مذہب کا رواج اس ملک میں رہا اس وقت علی العموم اور درباری  
 مذہب بھی تھا کوئی قابو اس آریہ قوم کا نہیں چلا تمام ملک اُنسے باغی ہو گیا لیکن وہ ماک میں  
 لکے ہوئے تھے اور ہزاروں تدابیر کرتے تھے۔

آخر کار چند برہمنوں نے چار چھتریوں کو شجاع اور نموندا اور اپنے طلب کے دیکھ کر اپنے ہمراہ  
 اور اُنسے کہا کہ اگر ہماری رائے کی مطابقت عمل کرو گے تو ایک روز تخت سلطنت پر جلوہ افروز  
 ہو جاؤ گے اُنکو عام کے روبرو لا کر یہ ظاہر کیا کہ مننے اور بدگر (آب کے پھاڑ) پر ایک لگن کند  
 (آتش کدہ) بنایا تھا اُس میں چار مور تین ڈال دی تھیں ہاں اگن کندھے اگن کل کے  
 چار چھتری یہ پیدا ہوئے ہیں جنکو ہم اپنے ہمراہ لائے ہیں جو کوئی انکی اطاعت اور فرمانبرداری  
 کرے گی اسکی گنتی ہوگی ورنہ بزرگ میں پڑے گا۔

اسپر بہت سے جاہل اُنکے دام تدویر میں آگئے اور انھوں نے مطلق غو نہیں کی کہ یہ ام  
 فریب کس غرض اور منشا سے بچھایا گیا ہے اور برہمن مہاراج س آڑ میں کیا شکار کھیلا چاہتے ہیں۔

اتفاق اور جملہ کے ہر بونگے ایک جم غفیر ہو گیا اور تمام ملک میں غدر پڑ گیا اور بدھ والوں کو

گودھی

برہمنوں کی  
چالاک

ہندوستان سے چھانٹنا اور کاٹنا شروع کیا۔

پھر وہی مورتی پوجن اور برہمنی دھرم اس ٹک میں پھیل گیا اور ان چاروں  
چھتریوں کی نسل پر فر-چوہان-ٹوٹکھی-پرہار کے نام سے موسوم ہو کر  
فرمان روائی کرنے لگی۔

جسوقت ان برہمنوں نے اپنی گئی بادشاہت پھر اپنے قبضہ میں دیکھی اور بودھ والوں کا  
نام و نشان اس ملک سے مٹا دیا تو آئندہ کے واسطے براہ دوراندیشی چند تجاویز ایسی کہیں سکے  
اجرا سے انکے مذہب اور ملت کا قیام اسوقت تک موجود ہے۔

(۱) یہ کذا تو ان کی تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ انکے کام مقرر کر دئے۔

چھتری راج تک کے ملک اور وہ سپہ گری کا پیشہ اور سکے نہر سیکھیں۔

بیس۔ پنجہ یو پار۔ تجارت اور دکان داری کریں۔

شدر۔ (پنج ذات جو انکے سوا ہیں) نوکری۔ خدمت گاری اور دیگر پیشے کا شتکار ہوں

مزدوری وغیرہ اختیار کریں۔

ان تینوں کو علم سے کوئی سروکار نہیں۔

برہمن (پنڈت جی ہمارا) آرام سے بیٹھے ہوئے علم کی پستکین بائیں اور سرج کے

علوم حاصل کریں اسکے سوا انکا کوئی شغل نہیں۔

جو حقوق قدیم سے برہمنوں کے فرض ہیں وہ بدستور جاری رہیں انکا حفظ اور انکا عمل

نجات کا باعث ہے۔

سب کی طرف سے پوجا پاٹ بھی برہمن ہی کیا کریں اور ختم پتری وغیرہ اور کل مذہبی فرائض

انکے حقوق دیکر انھیں سے اوکراے جائیں۔

بیس صرف حساب بھی۔ کھاتہ بقدر ضرورت بیکھ لیا کریں باقی علوم سے کوئی سروکار نہیں

یہی سبب ہے کہ کوئی بنیا یا چھتری مذہبی پستک نام کو بھی نہیں جانتا۔

یہ اصول برہمنوں نے اسی غرض سے قائم کیا کہ یہ علوم پڑھنے سے ہوشیار اور واقف کار ہو جائیں گے تو حکومت کو نہیں چھیننے کی حالت میں ہی ہماری کار بر آری ہو سکتی ہے۔  
اس حالت میں یہ سب طرح سے برہمن کے محتاج جملہ امور میں رہینگے یہی سبب ہے کہ کوئی کام اہل ہنر  
بدن برہمن کے نہیں کر سکتے۔

گو تم رکھ کا واقعہ اُنکے پیش نظر تھا یہ سبق اُنکو وہی تعلیم کر گیا کہ علم کو اپنے قبضے سے علمدہ کسی کے  
لیے نہیں کرنا چاہیے یہی اپنی کلید اور یہی نوید جاوید ہے۔

تاریخ سے کسی بانس یا چھتری کا بدیاوان ہونا نہیں پایا جاتا اسکی خاص وجہ یہی ہے کہ برہمنوں  
کے سوا دیگر اقوام کے لیے مثل زمانہ سابق یورپ کی علم پڑھنا مجرم تھا۔

اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان سے علوم جاتے رہے صرف بیدگ۔ جوتش۔ حساب۔  
علم ادب لکھا جو سنسکرت میں اس وقت تک موجود ہے۔

(۲) یہ قانون وضع کیا کہ کوئی ہندو دھرم جہاز کا سفر نہ کرے جہاز پر قدم رکھا اور دھرم  
ہوا۔ وہ جانتے تھے کہ خشکی تو ایک ہی جانب میں ہندوستان کے ہے اور سمندر تین

طرف سے محیط ہے اور خشکی کا سفر مشکل اور تری کا آسان۔ اگر یہاں کے باشندے غیر ملکدین  
جائیں گے اور اپنے یہاں کے انوکھے مذہب پر غور کریں گے تو یہاں آکر بل جائیں گے

اور لوگوں کو نفرت اُس دھرم سے دلائیں گے جسکا انجام یہ ہو گا کہ ہمارے قابو سے یہ کیرے  
باہر ہو جائیں گے اور برہمن پیر مارے مارے پھریں گے۔

(۳) یہ قانون بنایا کہ کوئی کیسے ساتھ نکھائے اور پانی اور کھانے اور برتنوں میں چھوت ٹھرا دی۔  
مٹی کے برتن کو اس وجہ تعزیر کر دیا کہ جو ایک مرتبہ استعمال میں آیا پھر قابل تنے کے نہیں ہو سکتا۔

اسکی وجہ بھی یہی تھی کہ وہ جانتے تھے کہ دیگر اقوام ایسے برتنوں کا استعمال کرتے ہیں تاکہ  
اہل ہندو اُسے متفرق رہیں اور انکے گھر کا پانی تک نہ پئیں۔

(۴) دنیا کی سب اقوام کو ملچھ (نجس و ناپاک) کے لفظ سے تعبیر کر دیا کہ دیگر ممالک میں

جو اقوام ہن نہایت ناپاک اور قہر رتی نجس ہن اُن سے ہندو دھرم کو ہمیشہ متنفر رہنا چاہیے  
اگر کپڑے بھی اُن کے کپڑوں سے بڑھیکے لو کپڑے اور جسم سب ناپاک ہو جائیگا۔

(۵) گوشت کھانا خود بھی ترک کر دیا اور دوسروں کو بھی اُسکی سخت مانعت کر دی۔

ان ضوابط سے غرض یہی تھی کہ اہل ہند دوسرے ملک میں جانے اور دیگر اقوام کے میل  
جول سے محترز رہیں گو اس بھوجن چھوٹے مگر موہن بھوک تو ہاتھ سے بچائے۔

و قہی جمالت آنکھوں کو اندھا اور کانوں کو بہرا کر دیتی ہے اور دل کی بصارت جاتی رہتی ہے۔

اہل ہندو نے اُسکو نفاست خیال کیا اور اصلیت پر نظر نہیں کی کہ پنڈت جی کے احکام و قوانین

کس بنا پر مبنی ہن اور وہ دھرماتما بنانے کے لیے نہیں ہن بلکہ انگوارا کی نسلوں کو ترقی سے

روکنے اور خسار لہ دنیا والاخرۃ بنانے کے لیے وضع کیے گئے ہن۔

انجین قوانین نے اہل ہند کو کم زور اور ذلیل کیا اور وہ ہمیشہ مغربی اقوام کے ہاتھ سے ذلیل اور

خوار ہوئے اور اپنی ہزاروں برس کی سلطنت کو ہاتھ سے کھو بیٹھے۔

یہی وہ اصول ہن جسکے سبب برہمنی دھرم اس ملک میں اب تک قائم اور برقرار ہے۔

یہ قوم آریہ اور اُنکی نسل بڑی دور اندیش اور خود غرض تھی دولت حاصل کرنے اور عیش کی زندگی

کے لیے ہزاروں ذریعے معاش کے اُنھوں نے اپنے لیے قائم کر لیے کہیں تیرتھ کے مقام

بنائے تاکہ وہاں صوبے صوبے میں ہر سال ہندو جمع ہوں اور اپنی اپنی فیاضی سے برہمنوں

کو مال مال کرین اور کہیں ہوم اور برہم بھوج کے احکام جاری کر دئے کہ جب کوئی بیارسی یا پست

واقع ہو تو برہمنوں کو دان۔ پُتن دیا جائے جسمین سوما۔ چاندی۔ مشک۔ زعفران۔ جواہرات۔

ریشمی۔ سوئی پارچہ۔ غلہ۔ مویشی۔ ہتھیار قسم کی چیزیں داخل کر دیں جسکی تجویز بھی برہمن کرے۔

اُنکے دن برہمنوں کو جمایا جائے کل خیرات اور صدقات خاص برہمنوں کا حق ہے اور کسی کے

دینے کا کچھ فائدہ نہیں خواہ کوئی کیسا ہی محتاج اور اپانج ہو سرف برہمن کو دینے کا دھرم ہے  
خواہ وہ لکھ بیتی ہو۔

ایک غریب بیوہ بھی اگر اپنے لیے روٹی پکے تو اُس میں بھی برہمن کا حصہ ہے۔  
اس قدر توار مقرر کر دے کہ برہمن ہمیشہ دوسروں کے گھری جیتے رہیں اور چلتے وقت جب  
خرج کے لیے دکھشنا (دانت لھسائی) لیکر جائیں۔

تام مندرون اور تیرتھون پر برہمن ہی قابض رہیں اور وہاں جس قدر چڑھاوے اور مذرونیان  
چڑھے وہ عین المال برہمنوں کا ہے۔

برہمن یہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ یہ اصول وہی لوگ مان سکتے اور تعمیل کر سکتے ہیں جو  
علم و عقل سے بے بہرہ ہوں اس واسطے علم کی اجازت کیسکو نہیں دی گئی۔

جتنے بڑے بڑے راجا ہمارا جہ گزرے انہیں سے ایک بھی لکھا پڑھا نہیں تھا سب جاہل  
اور کُندہ تاراش تھے اسی وجہ سے وہ اس دشمنی کے زمانے میں بھی ناخواندہ ہیں اور  
ہندوستان میں ایسا تو ایک بھی راجہ نام و نشان کو نہیں ہے جو اپنے مذہبی علوم سے آشنا  
ہو اور یہی حال ان کے مصاحبوں کا ہے۔

ہم کو کسی قوم کی تاریخ لکھنا نہ نظر نہیں ہے صرف مختصر طور پر مذہبی خیالات اور وقتی او  
بیہی حالات عام پر ظاہر کرنا مقصود ہر سوا اس سے ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ یہ اصول  
اہل ہنود کے کس قدر نفرت انگیز اور تعجب خیز فطرت کے خلاف ہیں۔

جو کچھ بھی علم و عقل رکھتا ہو گا وہ ہرگز ایسے لغو اور بیہودہ عقائد کو پسند نہ کرے گا فوراً سمجھ لے گا کہ  
یہ دھرم کرم کچھ نہیں ہے صرف برہمنوں کی شکم پری کی باتیں ہیں اور قوم کے لیے گمراہی  
اور بے دینی کی گھاتیں۔

شکر ہے کہ اُس زمانے میں انگریزی تعلیم کے اثر نے انکو کسی قدر متنبہ کیا ہے اور کچھ لوگ نئی  
روشنی کے جو اپنے کو آریہ سماج کہتے ہیں کسی قدر آگاہ ہوئے ہیں جنکا پیشوا سیامی جی  
ہندت سری دیانند سرستی جی پہلا شخص ہے جس نے اہل ہنود کو آگاہ کیا کہ بید  
جس کو تم آسمانی کتاب کہتے ہو وہ بتوں کی پرستش کا حکم نہیں دیتا ہے۔

سیامی جی  
سرستی جی

یہ مورتیں جو مندر میں قائم کر رکھی ہیں جنکی پوجا بڑے خلوص سے کرتے ہو محض گمراہی ہے انکو توڑو جلا دو خاک میں ملا دو اور جوئی تسروپ نرکار کی پوجا کرو جو تمہارا اور ان تہون کا خالق اور مالک ہے۔

یہ دھرم جو رائج ہو بالکل مید کے خلاف ہو اس سے ٹکتی ہرگز نہو گی۔

یہ فطرت کا پہلا مسئلہ جو جسکی اشاعت کے واسطے سیامی جی نے سب جگہ کتھا کہی اور اہل ہندو کو برگینتہ کیا۔ اگرچہ اسکا رواج کچھ زیادہ نہیں ہوا اور کسی مقام سے بُت نہیں اُٹھائے گئے لیکن خیالات میں اہل ہندو کے کچھ تغیر ضرور آگیا اور جو لوگ سیامی جی کے مقلد ہیں وہ تہون کی پرستش سے بیزار اور متنفذ ہیں اور وہ انکو ایسا ہی سمجھتے ہیں بیسائہ دیگر مذہب کے لوگ جس سے امید ہے کہ آئندہ کو ان خیالات کے ترقی پانے سے تہون کی پوجا اس ملک سے بالکل اُٹھ جائیگی کیونکہ علم اپنا قبضہ ہر جگہ اور ہر قوم پر کرتا جاتا ہے اور جو باتیں پہلے لوگوں کو معلوم نہ تھیں وہ علم کی بدولت ابھی طرح سے واضح ہوتی چلی جاتی ہیں غیر ملکوں کا سفر بھی اہل ہندو کرنے لگے ہیں۔

اگر افسوس کہ سیامی جی نے بُت پرستی سے تو مخالفت کی لیکن معرفت الہی کے مسئلے میں بھی اکھنڈت ڈال دی کہ جس طرح باری تعالیٰ کا وجود قدیم مانا ہے اسی طرح مادہ علم اور ارواح کو بھی قدیم بنادیا جس سے نئے شمار واجب الوجود بن گئے اور خداوند تعالیٰ کا قادر مطلق ہونا جو مذہب کا رکن اعظم ہے باطل ٹھہر گیا۔

تاہم جو عقائد مذہبی بے اصل تھے انکی کسی قدر حقیقت اہل ہندو کو دریافت ہونے لگی ہے۔

اس زمانے میں علم وہ کام کر رہا ہے جو کسی زمانے میں تیر و نیزون سے نہیں ہو سکتا تھا علم کا کام جہالت مٹانے اور خیالات کے درست کرنے کا ہے اور اب علم کا دور دورہ ہے سو جھوٹے مذہب بہت جلد اب دُنیا سے اُٹھنے والے ہیں اور وہی مذہب سرخرو او قابلِ قدر رہیگا جسکے اصول نہایت پختگی اور ثبوت کے ساتھ یہ ظاہر کریں گے کہ یہ خدائی مذہب موافق فطرت ہے۔ یہ حجاب اکبر جو تقلید آباؤی نے آنکھوں پر ڈال رکھا ہے کوئی دن کاہر جس قدر زوال ان بدن



اہل ہنود کے مذہب کو ہے اور ہوگا اس سے زیادہ کسی مذہب کو نہیں اور ہونا ہی چاہیے کیونکہ جھوٹ ہمیشہ نہیں چل سکتا کاغذ کی ناوا ایک ہی دفعہ پانی میں چل سکتی ہے۔

لوئی بھی پہلو اس ہندو دھرم کا عقل کی موافق نہیں ہے جس قدر اصول اور فروع ہیں بے بنیاد اور بیہودہ ہیں مذہب کی بوتل انکے دماغ کو نہیں لگی بھڑونکے ریوڑ کی طرح وہ آبائی تقلید کی ڈگر پر پڑ لیے ہیں اور اسکو مذہب سمجھ کھا ہی جو جہنم کا راستہ ہے۔

در اصل اہل ہنود کو مذہب کی جانب عبت نہیں ہے دنیا نے انکو اس قدر حال و ملوث کر رکھا ہے کہ وہ رات دن معاش کی نظر میں سرگردان اور پریشان رہتے ہیں اور کچھ خیال انکو اس بات کا نہیں ہو کہ موت سر پر سوار ہے دنیا رہنے کا مقام نہیں ہے یہاں کا قیام ایسا ہی ہے جیسا ایشیون کا قیام کہ وہاں مختلف اقوام کے لوگ جمع ہو جاتے ہیں کوئی دو گھوڑوں کی چار گھوڑوں کی اور کوئی ایک گھوڑے کی بھیجی میں سوار ہو کر وہاں اترتا ہے اور کوئی پیادہ پا اپنا استر بستر بھی سر پر لیے جانے کے ارادے سے آتا ہو وہاں اس تھوڑے قیام میں اگر کسی کو بیٹھنے کے واسطے کرسی اور کھانے کو شیرینی اور میوے ملے تو کیا اور جو کسی نے بے فرش زمین پر پڑ کر باسی ہوئی کھا دو گھونٹ پانی پیکر گزری تو کیا گاڑی کا سفر سب کو برابر ہے اور وہ ایشیون کا مکان ہمارا نہیں ہمارا باپ کا نہیں جس پر ہم کوئی فخر یا گھمنڈ کریں۔

رسمی اور تقلیدی طور سے اہل ہنود مذہبی عمل کرتے ہیں گردلی سعی اور تحسین مذہب کی جانب مطلق نہیں ہے اور وہ انکو اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔

صاحبو! اس ناپائدار زندگی پر جو تم بچھڑے ہوے اور مغرور پھرتے ہو اسکے قیام اور اسٹیشن کے مقام میں صرف تفاوت تو یہی قدر ہو کہ اسکے قیام کے منٹ اور اسکے قیام کے برس اور مہینے یا فطرت نے تمکو اس قدر آگاہ اور متنبہ کیا ہو جسکی انتہا نہیں ہزاروں مشاہدات اور برسیات کو تمہاری عمر کے لیے ہر دم پیش نظر کر دیا ہو کہ کسی طرح سے تمہاری آنکھیں کھلیں اور تم اس من مست خواب بیدار ہو اور خدا کی جانب دل لگاؤ اور اسکے پاس پہنچنے سے پہلے اسکے احکام سکے فرمان اسکے اوامر

اسکے نواہی سے واقف ہو جاؤ اور اسکے مطابق تعمیل کرنے کو اپنی نجات کا باعث سمجھو لیکن تم ایسی میٹھی غنیمتیں مست اور سرشار ہو کر روٹ تک نہیں لیتے گویا کہ سانپ منگھ گیا ہے جھوٹے اور وضعی مذہب کی پیروی کرتے ہو اور اُسپر ایسا تم نے اعتماد کر رکھا ہے کہ چھان بھجور اُسکی کچھ نہیں کرتے کھانے اور پینے کی احتیاط کو تم نے اپنا مذہب سمجھ رکھا ہے اصول کی تم کو خبر تک نہیں کہ مذہبی اصول کیا ہیں۔

یہ کھانے پینے سونے جاگنے چلنے پھرنے کی خواہش تھیوات مطلق میں بھی ہے پھر کیا تم انکی ہی برابر رہنا چاہتے ہو جس منشا اور مطلب کے لیے تمکو دنیا میں بھیجا گیا ہو اور آدمیت کا خلعت تمکو نچایا گیا ہو۔ صاحبو! اسکا دل سے خیال رکھو اور اُس سے غافل مت رہو۔

عمر میں تمکو ایسی ناکافی نہیں دی گئیں کہ جسم میں تمکو دنیوی امور سے فرصت نہ ملتی ہو کہ تم گیان دھیان میں تھوڑا سا وقت صرف کرو بہت سادہ تھکائے اوقات کا محض فضول اور مشاغل لالچ میں برباد جاتا ہے۔

تمھاری مجلسوں میں دنیا بھر کے بکھیڑے ہزار طرح کے جھگڑے طے ہوتے ہیں اور رات دن دیکھ کے اکانے میں تمکو آرام کی فرصت بھی نہیں ملتی مگر تم کبھی بھولے سے بھی اس طرف غور نہیں کرتے کہ مادیو اور سرکشوں کون تھے اُنکے افعال اور اقوال کیا تھے اُنکی تعظیم اور پرستش کیوں کی جاتی ہے اُنکے واقعی حالات کیا تھے دیوتا اور اوتار کا عقیدہ قابل تسلیم ہے یا نہیں اس سے قوت باری تعالیٰ پر کیا الزام عائد ہوتا ہے

مندر وں میں جو مورتیں سلاو ٹونکے ہاتھوں کی گھڑی ہوئی ہیں وہ عظمت اور ڈنڈوت کی قابل کیسے ہو سکتی ہیں۔

دریا کے پانی سے اُشان کرنے سے کیسے گناہ رفع ہو سکتے ہیں سری ماتا اور کچھ کس طرح ہمارے گناہوں کا بار اٹھا سکتی ہیں دیوی کیا ہے کالی بھوانی کون بلا ہے۔

سب سے اعلیٰ فرض انسان کا یہ ہے کہ وہ معرفت الہی کو دریافت کرے جب اسی کا حال

مکمل معلوم نہوا تو یہ زندگی اور مال دولت سب اکارت ہے۔  
 دنیا میں رہ کر تم نے کیا کیا پیٹ تو اپنا جانور بھی بھر لیتے ہیں اس حالت میں تم اُن سے بھی بدتر ہو گئے  
 اُن سے کوئی مواخذہ نہیں اور تم سے ہر ایک بات کی گرفت ہوگی۔  
 یہ دولت اور یہ ثروت اور یہ حکومت کچھ کام نہ آئیگی اُلٹا وبال جان اور آفت کا طوفان اُٹھا نیکی  
 اُسوقت کا افسوس تم کو کچھ فائدہ نہ دیگا۔

تم نے دنیوی امور میں اپنے باپ دادا کا چلن بالکل چھوڑ دیا کوئی برہمن اور مہاجن ملازمت  
 نہیں کرتا تھا اب قوم کی قوم نوکری پر جان پتی ہے پرشاک خوراک تمہاری سب بدل گئی کوٹ  
 پتلون سوٹھا واٹر برانڈی کا علی العموم رواج ہے اسکو ہرگز آبائی طرز کے خلاف نہیں سمجھتے اور نہ  
 ایسا عمل کرنے میں کوئی دوس خیال کرتے ہو لیکن مذہبی عقائد وہی چلے جاتے ہیں اور برہمنوں  
 کے دام فریب سے رہا ہونے کو جی نہیں چاہتا اسی گمراہی میں خود مبتلا ہو اور اپنی آئندہ نسلیں  
 بھی اسی گمراہی کی وصیت کرتے ہو۔

در اصل اہل ہندو میں وہ مادہ ہی نہیں ہے دوسرے مذہبوں کی تحقیق تو وہ کیوں کرنے لگے ہیں  
 خود اپنے مذہب کی پٹکیں اور پوتھیاں بھی وہ نہیں بانچتے  
 جو عبادت وہ کرتے ہیں اُس پر یہ غور نہیں کرتے کہ ہمارے یہاں کیا سند اس عقیدے اور عبادت  
 کی ہے یہ جو طریقہ پوجا کا رائج ہو کائنات کا یہ ثبوت لکھتا ہو یہ نوش ہے یا نیش زہر ہے یا امرت۔  
 دنیوی ترقی کے واسطے وہ بڑی بڑی کوششیں کرتے ہیں اور واقعی دنیا کی ترقی میں وہ بہت  
 بڑے بڑے ہیں لیکن جیسے وہ دنیا کمانے میں دیگر اقوام ہند سے سبقت لے گئے ہیں ویسے ہی  
 مذہب میں سب سے پیٹے اور پس ماندہ ہیں اس کی جانب ذرا بھی اُن کو رغبت نہیں جہاں  
 اُن کو ہمیشہ رہنا ہو۔

تھوڑی سی نے بنیاد زندگی کے لیے دنیوی علوم حاصل کر کے بڑے بڑے پاس کرتے ہیں مگر  
 دائمی زندگی کے لیے ایک کتاب بھی نہیں پڑھتے۔

سنسکرت جبین اصول اُنکے دھرم کے ہیں اُس سے محض نا آشنا ہیں اور وہ نام کو رکھا گیا ہے نہایت ہی کم مقدار کے آدمی اُسکی تحصیل کرتے ہیں اور جو کرتے ہیں وہ جوش حاصل کر کے دنیا کماتے ہیں اصول اور عقائد پھر بھی حاصل نہیں کرتے۔

ایک زمانہ غمغریب ایسا آنے والا ہے کہ اُنکی مذہبی پستکیوں پر وہ چاروں بیسے جنگو وہ آسمانی کتاب سمجھے ہوئے ہیں ترجمہ ہو کر شائع ہو جائیں گے اس وقت اُنکو یہ راز سر بہتہ خود بخود کھل جائیگا

۱۷ (سنسکرت) اصل اسکی سنسکرت ہے سنسرتیم مازندانی زبان کا لفظ ہے ساکنان مازندران دنیا میں ویو بولے جاتے تھے اسی واسطے ویو کو دیوتاؤں کی زبان لکھا جاتا ہے سنس کے معنی ہزار کے ہیں اور کرت کے سریانی زبان میں بار۔ مرتبہ اور مدت کے ہیں چونکہ یہ زبان طوفان نوح علیہ السلام سے ایک ہزار برس کے بعد جاری ہوئی اسواسطے یہ نام ہوا اس میں سریانی۔ عبرانی۔ عربی۔ دیہاتی۔ پارسی وغیرہ زبانیں شامل ہیں قدیم زبان آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک سریانی تھی طوفان کی چھٹی صدی میں ہود و عمیر نے جو قوم عاد کا پیغمبر تھا زبان عبرانی جاری کی ساتویں صدی میں ہود و عمیر کے پوتے یعرب نے عبرانی کو نئی تبدیلیوں کے ساتھ فصیح بنا کر عربی جاری کی اور پارسی زبان جو سنسکرت سے مشابہت تمام رکھتی ہے اُسکی وجہ یہی ہے کہ کتب پارسی مازندران سے ملا ہوا ہے اور پارسی پارس بن ہوشنگ نبیرہ کیو مرث بن سام بن نوح علیہ السلام نے طوفان کی پانچویں صدی کے اخیر میں جاری کی۔

۱۸ (بید) مولف وجہ تیر کا حمیر اور دیگر مونیخ اقراری ہیں کہ بیاس جی نے اپنے شاگردوں رج۔ یجس۔ سامن۔ اتھرونا سے زند و اوستا کا ترجمہ کرایا جسکی تعلیم اُنھوں نے زردشت سے بلخ جا کر حاصل کی تھی اُن چاروں ویدوں کو اپنے شاگردوں کے نام سے موسوم کیا رج سے رگوید۔ یجس کے نام سے یجروید اور سامن سے سام وید اور اتھرونا کے نام پر اتھروین وید نام رکھے گئے اور بیاس جی کا خطاب وید بیاس ہوا ان ویدوں کو تالیف ہوئے ساڑھے تین ہزار برس ہوئے زند و اوستا کے مضامین کے مطابقت ویدوں کے ماخذ کی شاہد ہے اور جیہی سے اہل ہندو میں آگ کی تنظیم شروع ہوئی۔

وید کے معنی علم۔ دانائی۔ واقفیت کے ہیں۔

اور وہ جان لیگے کہ ہم اور ہمارے بزرگ سخت گمراہی میں تھے اور جبکو مننے امرت سمجھا تھا وہ بالکل  
سکھیا تھا اور جسے سکھیا کہ ان کر کے نفرت کرتے تھے وہی امرت نکلا۔

اچھے کو بڑا بڑے کو اچھا سمجھے | کتنی یہ بُری سمجھ ہے اچھا سمجھے

برہمنوں نے ایک چالاک یہ کی کہ تاریخی حالات یہاں کے اور نیز اپنے قلم بند نہیں کیے ضرور  
ہے کہ یہاں خدا پرست اور مقدس بزرگ بھی ہوئے ہوں اور انھوں نے لوگوں کو ہدایت کی ہو  
کیونکہ اہل ہندو میں کوئی بات کسی مذہب کی اور کوئی کسی مذہب کی جو پائی جاتی ہے جسکا  
حال آگے معلوم ہوگا اسکی وجہ یہی ہے۔

یہ بھی قیاس میں نہیں آتا کہ جو طریقہ عبادت کا اسوقت رائج ہے وہ قدیم ہے بلکہ عبادت کا  
طریقہ بھی مختلف رہا ہے۔

راجہ رام چند راجی کے زمانے اور اُنسے پہلے عہد میں پرستش کا دو سر طریقہ ضرور  
ہوگا اسی طرح **سمری کرشن** جی کے بعد اور اُنسے سابق کے زمانے میں عبادت  
اور ہی وضع پر ہوگی۔

مگر اس میں شک نہیں کہ علی العموم مورتی پوجن اہل ہندو کا اصول رہا ہے اور کھانے پینے  
کی احتیاط کو عہد پر مقدم رکھا گیا ہے۔

جو کسی نے ہادیو کی پرستش ترک کر کے راجہ رام چند راجی یا سمری کرشن جی کا نام چننا شروع  
کیا تو اُس سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا لیکن کھانے پینے میں اگر کوئی بے ضابطگی وقوع میں آئی  
تو اُسکو ہندو دھرم سے فوراً خارج کیا گیا غرض کہ اہل ہندو کے یہاں ہتم بالشان امر کھانا  
پینا ہے جو دوسری قوموں کے میل جول اور ربط ضبط کے لیے ایک نئی دیوار حائل ہو  
برہمنوں کو مذہب سے تو غرض تھی نہیں جو اسکی پابندی کا خیال ہوتا انکو تو اپنی چھٹا اور ہیم  
بھوج سے سروکار تھا اسواسطے انھوں نے اُسی کا زیادہ التزام کیا عہد مذہبی کی  
اُن کو کیا پروا تھی۔

اہل ہندو  
کا مذہب

گوشت کی وید میں کہیں مانعت نہیں ہے بلکہ ماس بھوجن کو سب کھانوں میں فضّل لکھا ہے اور سب اوتار اور دیوتائے گوشت کھایا ہے لیکن برہمنوں نے سمجھ کر دنیا کی کل اقوام اسکو برغت تمام کھاتی ہیں ذبیحہ کو گناہ قرار دیا کہ یہ جیو ہتیا ہے تاکہ غیر اقوام سے اہل ہند پر ہیز اور نفرت کریں اسی میں انکا مدعا وابستہ تھا چھتریوں کی گوشت خواری کے مجبوراً وہ روادار ہوئے کیونکہ وہ فرما کر دیا اور جنگجو قوم تھی اس سے انکو مستثنیٰ کر دیا گیا۔

یہ بھی ایک تعجب کی بات ہے کہ برہمن - چھتری - بیس اور شدر ایک مذہب کے تابع اور پرودگا اور پھر انکے باہم کھانے پینے اور عبادت میں یہ اختلاف اور پرہیز اور اصرار کہ برہمن چھتری کے یہاں کا کھانا نہیں کھا سکتا اور نہ بنیاد رکے ہاتھ کا کھانا کھا سکتا ہے۔

چھتریوں کو گوشت مباح اور برہمن اور بیس کو حرام - لیکن ہن میں بڑے ہوشیار گو کچھ لوگوں نے اس عمدہ غذا کے کھانے سے پرہیز کیا تاکہ اسکا رواج ہو مگر قنوجی کشمیری - ہنگالی - برابر نوش جان فرماتے ہیں اور شدر میں تو کوئی پرہیز ہی نہیں ہو البتہ بیچ میں مارے گئے بچارے بنیے کہ عمدہ غذا ہے بھی محروم ہے اور برہمن کے درجے کو بھی نہیں پہونچے گوشت چھوڑنے سے بالکل بزدل ہو گئے۔

ہندوستان کی جمیع اقوام میں بنیوں سے زیادہ ڈرپوک کوئی قوم نہیں ہے تلوار بندوق تو بڑی چیز ہیں میدان میں ایک اچھوت یا دوسری قوم کا نہتہ آدمی دشمن بنیوں کو جو چاہے سو کر سکتا ہے۔

یہ قوم ہرگز لڑائی کے کام کی نہیں یہی جرأت اور بہادری نام کو ان میں نہیں ہے طفیل برہمنوں کا ہے جنھوں نے انکو اس درجہ نامرد اور بزدل بنایا ہے۔

انکی نسل خدا کو رکھنے منظور تھی جو پیشوایان مذہب نے گوشت کے ساتھ جانوروں کا دودھ بحال رکھا انکو تو یہ سمجھ نہیں تھی کہ دودھ خون سے بنا ہے جو برہمن ہمارا ج اسکا بھی اظہار کر کے دودھ کو حرام کر دیتے تو بس بنیوں کا خاتمہ ہوا تھا۔

گوشت کی مانعت پہلے اس طرح سے نہیں تھی بڑے بڑے بھگت اور رشی برہمت تمام سکو کھاتے تھے غالباً دوسرے عہد برہمنی میں گوشت کھانے کا انتظام کیا گیا بودھ والون کے یہاں گوشت خواری اور مورتی پوجن جرم تھا انکے دھرم میں دونوں کا عمل درآمد تھا جو تو میں بودھ مذہب کی یہاں مخلوط کر رہیں مورتی پوجن برہمنوں کا انکو اختیار کرنا پڑا اور گوشت نہ کھانے کا طرز برہمنوں کو بودھ والون کا پسند آیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ فریقین کے باہم ایک مدت تک جدال و قتال رہی تو اُس پر یہ فیصلہ ہوا کیونکہ ہمارے پاس وہ صلحنامہ نہیں ہے جو انکے باہم ہوا تھا مگر اس میں شک نہیں کہ جب برہمنوں نے دوبارہ بودھ والون پر غلبہ پایا اور ہزاروں لاکھوں کو اس ملک سے نکال دیا تو جو لوگ یہاں بودھ مت کے رہے وہ ہر نوع دُب کے رہے اور بننے کی حالت میں فریق غالب نے سخت شرائط پر ان لوگوں کو اس ملک میں رہنے کی اجازت دی ہوگی برہمنوں کا اصل اصول بُت پرستی تھا اسی شرط کو انھوں نے بودھ والون سے منظور کرایا اور بودھ والون کا بڑا اصول جیو بکھشا تھا وہ برہمنوں کو قبول کرنا پڑا جسکی تعمیل سب سے زیادہ بنیوں نے کی خواہ آپس کی مجاہد اور موافقت نے جو عرصے کے بعد ایک جگہ رہنے سے ہو گئی بت پرستی کا رواج بودھ والون میں کر دیا جیسے پردے کا رواج اہل ہنود میں قطعی نہیں تھا اور لباس بھی انکا اور ہی وضع کا تھا مسلمانوں کی مجاہد سے انھوں نے پردے کی رسم اختیار کی اور ٹھیک لباس زیب تن کیا۔ اب جو بودھ مت والے جین دھرم کے نام سے مشہور ہیں وہ بھی علانیہ بُت پرستی کرتے ہیں اور پارِ سناتھ جی کی مورت اپنے مندر میں نصب کرتے اور پوجتے ہیں جس طرح سے برہمن چوبیس اوتار کو خدائی میں شریک کرتے ہیں ایسے ہی وہ چوبیس سنگری نسبت یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور بھجن گاتے اور پوجا کرتے ہیں الغرض برہمنوں نے بودھ والون کو بھی اپنی مت کا کر لیا جیسے وہ مشرک ہیں ایسے ہی جین والے ہیں۔

جیو ہتیا کی احتیاط میں تو اس درجہ مبالغہ اور غلو کیا ہے کہ مونہ کو ہر دم بندھا رکھتے ہیں

اپنے ہاتھ سے روٹی نہیں پکاتے صاف پانی نہیں پیتے میل کچیل برتنوں کا دھوون گھرون سے  
ہانگ کر لجاتے ہیں اسی کو بیکر زندگی بسر کرتے ہیں جو تانہیں پہنتے نہ بال سر پر کھتے ہیں  
کہ جوئیں پرینگی غسل بالکل نہیں کرتے اور نہایت ناپاک رہتے ہیں انکے افعال اور اقوال  
ناشایستہ ناگفتہ بہ ہیں۔

ان میں سے جو فریق ایسا ہے وہ بالکل تارک الدنیا علانیہ رہتا ہے عورتیں بھی اس میں  
کی سرمنڈ واکر اس پیٹھ میں شامل ہو جاتی ہیں اور آزاد نہ طور سے رہتی ہیں اور بے  
پردہ در بدر روٹی مانگتی پھرتی ہیں۔

یہ ڈونڈ یہ پیٹھ عجیب قسم کا ہے۔  
بھیک مانگنا جو بزرگناہ ہے وہ انکے نزدیک اعلیٰ درجے کا حسن عمل ہے۔  
کسی کو کوئی ظلم یا کبیرہ گناہ کرتے ہوئے دیکھ کر روکنا انکے بیان بڑا گناہ ہے۔

یہ لوگ گھر واسہ بھی نہیں کرتے عورتیں اور مرد مجرد رہنا تو اب سمجھتے ہیں مگر عورتوں اور  
مردوں کا ایک جگہ مجتمع رہنا گناہ نہیں خیال کرتے  
جب اس پیٹھ میں کوئی مرد یا عورت دخل کی جاتی ہے تو اس پیٹھ کے گرو جمع ہوتے ہیں  
اور بڑی خوشی کرتے ہیں عورت کے سر کے بال نکھوٹ کر اسکا سر صاف کرتے ہیں  
اور پھر اپنے طریق میں اسکو دخل کر لیتے ہیں۔

اہل ہنود کی بیوہ عورتیں اکثر اس پیٹھ میں شامل ہو جاتی ہیں۔ اور خویش واقارب  
سے کنارہ کر کے گھر بار چھوڑ کر ایسے لوگوں میں جا ملتی ہیں اور انھیں کے ساتھ  
زندگانی بسر کرتی ہیں۔

اب میں ناظرین کو اس جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ جن کو اپنے مذاہب کی نسبت  
یہ دعویٰ ہے کہ ہمارے مذہب موافق قانون فطرت ہیں اور ہم خدائی دین کے  
تابع فرمان ہیں۔



**یہود۔ نصاریٰ۔ مسلمان** تینوں مذہبوں کے دعویدار اپنے اپنے مذہب کو وحی اور بموجب فطرت کے کہتے ہیں اور تینوں کے پاس جو مذہبی قانون ہے اُسکو آسمانی کتاب بتلاتے ہیں اور یہ تینوں مذہب تمام زمین کو گھیرے ہوئے ہیں کسی ایک ملک یا ایک قطعہ زمین میں محدود نہیں ہیں۔

یہ تینوں مذہب خدا کو خدا سمجھتے ہیں اور انبیاء کے اور انکی رسالت اور وحی کے قائل ہیں اور قیامت کا ہونا بھی مانتے ہیں۔

تاریخ سے ان تینوں مذہبوں کی اصلیت ابتداء آفرینش بنی نوع انسان سے پائی جاتی ہے اور تینوں کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ سب سے پہلا انسان حضرت آدم علیہ السلام اس زمین پر آیا جقدر انسان ہیں سب اُسی کی اولاد ہیں اُسی کو موسیٰ آباؤ اور دیگر مشرکین آد اور عباد یوں کہتے ہیں۔

اُنکی پیدائش اور دنیا میں آنا اور وحدانیت اور رسالت کا قائل ہونا بھی تینوں مذہبوں کے نزدیک ایک ہی طرح سے ہر جسمین کچھ تفاوت نہیں۔

آدم علیہ السلام کی رسالت بھی تینوں کے نزدیک مسلم ہے اور تینوں کے یہاں ایک ہی نام ہے۔ یہود کے یہاں موسیٰ علیہ السلام تک اور نصاریٰ کے یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اور اہل اسلام کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک نزول وحی کی حد ہے۔

ان تینوں کی کتابیں آسمانی ایک دوسری کی تصدیق اور واقعات کا حال ایک ہی وضع اور نام سے ظاہر کرتی ہیں۔

**توریت** میں تشبیہات زیادہ زبور۔ انجیل میں کم اور قرآن بالکل مفصل ہے۔

**توریت۔ زبور۔ انجیل** میں کنایوں اور اشارات میں اکثر مطالب کا

اٹھار کیا گیا ہے جسکے سبب کسی نے کچھ اور کسی نے کچھ مطلب سمجھا اور باعث اختلاف کا ہوا لیکن قرآن میں اصول ایمان کو جن پر مذہب کا دار و مدار ہے ایسی وضاحت تفصیل سے بیان کیا ہے کہ جس سے سامع کو کوئی اشتباہ کسی قسم کا نہیں رہتا تاویل کی ضرورت ہوتی ہے۔

فروعات میں بعض بعض کلمات البتہ اس طرح کے ہیں کہ جنکے معنی میں تاویل کی جاتی ہے اور کوئی کچھ اور کوئی کچھ معنی لگاتا ہے مگر اس سے کوئی وقت واقع نہیں ہوتی بلکہ باعث آسانی اور سہولیت کا ہے کہ قائل جس پر چاہے عمل کرے۔

سب سے پہلے یہ کہ وہ اصول قائم کرنے چاہیں کہ جواز روئے فطرت مذہب کے لیے نہایت ضروری اور متمم بالشان امور ہیں پھر دیکھنا چاہیے کہ وہ کس مذہب میں پائے جاتے ہیں اور کس میں نہیں۔

**اول** اصول اور لب لباب اور سب سے بڑا مسئلہ خداوند جل و علی شانہ کے وجود کا ہے کہ ہم انکی ذات کو تسلیم کریں کہ وہ مالک اور خالق روئے زمین اور تمام عالمون کا ہے اور وہ ہم سے ہر قسم کا مواخذہ کرنے والا اور ہم کو عذاب و ثواب دینے والا ہے کیسکو اُسکے حکم میں دخل نہیں ہے اُسکے تابع فرمان ہیں ایک ذرہ نہ اُسکے حکم کے بل نہیں سکتا اور جو اوصاف اسمیں ہیں وہ کسی میں نہیں۔

یہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ فطرت خود ہم کو بتلا رہی ہے کہ کوئی ہمارا خالق ایسا ہے کہ جس نے یہ کارخانہ بنایا ہے اور سب کا وہ مالک ہے اسی کی بادشاہت آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچھ اُسکے اندر ہے وہ اُسی کے قبضہ قدرت میں ہے وہ سب نرالا اور یگانہ ہے نہ کوئی اُسکا شریک و عدیل ہے اور نہ کوئی مصاحب اور وزیر۔

وہ قدیم ہے جسکو کبھی کسی قسم کا تغیر تبدیل نہیں ہوگا جس حالت میں ہے اسی حالت میں ہمیشہ رہے گا۔

نہ اُسکے واسطے مکان کی ضرورت ہو نہ قیام کی حاجت۔ نہ وہ جنم لیتا ہو اور نہ اولاد رکھتا ہو نہ اُس کے مان باپ ہے اور نہ بیوی اور نہ خاندان نہ خویش نہ اقارب۔ وہ انسانی صفات سے بالکل سبزا اور منزہ۔ اور فطرتی اوصاف سے قطعی مُعزا۔

تمام عالم رائی کے واسطے کی برابر ہر دم اُسکے پیش نظر ہے۔

نہ وہ کسی کی عبادت کا محتاج ہے اور نہ آرام و راحت کی اُسکو احتیاج۔

سب کو فنا ہے مگر وہ ذات جیسی ہے ویسی ہی ہمیشہ رہیگی نہ اُسکے واسطے پہلے سے کوئی وقت ہو اور نہ آئندہ کے لیے اُسکو وقت کی ضرورت ہے۔

وقت بھی اُسکی ایک مخلوق ہے جیسی کہ روح اور جمیع کائنات اُسکی مخلوقات ہو۔

جب تک ہم ایسی ذات کو بصفات بالائے ~~ہم~~ <sup>کو</sup> ~~ہم~~ <sup>کو</sup> فطرت کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

کیونکہ جب کسی چیز صنعتی یا علمی پر ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمارا فطرتی خاصہ یہ ہے کہ ہم کو اُس شے کے دیکھنے سے اُسکے واضع اور صانع کی قابلیت کا اندازہ فوراً دریافت ہو جاتا ہو۔

جس وقت کوئی کل یا کوئی کتاب ہماری نظر سے گذرتی ہے تو اُسکو دیکھ کر ہم اُسکے

صانع اور مصنف کو گواہی دے سکتے ہیں مگر عقل سے ہم کو اُسکی لیاقت اور قابلیت کا

علم ہوے بدون نہیں رہتا پھر کیا وجہ کہ لاکھوں کروڑوں قدرتی اشیاء کو ہم دنیا میں

اپنی آنکھ سے دیکھیں اور اُسکے صانع حقیقی نے جو لاکھوں صنعتیں قسم قسم کی اس میں خفیہ

اور علانیہ رکھی ہیں اُنکو دیکھ کر اُسکے صانع سے منکر ہو جائیں۔

ایسا کرنا فطرت کے محض خلاف ہوگا۔

ہماری عادت ہی یہ واقع ہوئی ہے کہ ایک نقش کے دیکھنے سے بھی فوراً نقاش کا خیال

یقین کے ساتھ ہمارے دل میں آ جاتا ہے۔

پس یہ خیال عین فطرتی خیال ہے جو ہم سے کسی حالت اور کسی وقت میں کسی طرح

سے بے رغبت نہیں ہو سکتا۔

دنیا میں ہلکوکوئی شے اور کوئی وجود ایسا نہیں ملتا جو خود بخود ہو گیا ہو اور کوئی اسکا صانع نہ ہو۔ اشیاء دنیا کی اُسی وقت بنی ہیں جب اُن کے صانع پہلے پیدا ہو گئے ہیں۔ اس لیے مقتضائے فطرت دنیا میں یہی امر ہے کہ ہم خالق عالم کے وجود کو سب سے اوّل تسلیم کریں۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ نے شک اس موجودات کا کوئی خالق ہے اور ایسی ذات کے وجود کو تسلیم کرنا مقتضائے فطرت ہے تو اب اُسکے اوصاف ہلکوا زروے فطرت دریافت کرنے چاہئیں کہ وہ کن اوصاف کے ساتھ متصف ہے۔

سب سے اعلیٰ اور افضل قدرت کا نمونہ انسان ہے اس پر نظر ڈالو کہ یہ کیا تھا اور کیا سے کیا ہو گیا۔ اگر غور کرو تو قدرت نے بڑی ہی شان اور جلوہ گرمی کا اظہار کیا ہے کہ ایک قطرہ مٹی سے جو محض ناپاک تھا اور جسکے نام لینے سے بھی نفرت آتی ہے حضرت انسان کو کس صنائع کے ساتھ پیدا کیا ہو کہ خون سے تو مٹی بنائی تھی پھر وہ رحم عورت میں جا کر خون ہو گئی اور اُسکے اثر نے حیض کے خون کو اپنی جانب کھینچنا شروع کیا وہ خون جو ماہوار عورت کے شکم سے جاری ہوتا تھا اب وہ رحم میں جمع ہونے لگا اور جمع ہونے سے اُس میں غلظت آگئی غلیظ ہو کر ہڈیاں گوشت کے ساتھ بنی شروع ہوئیں اور پھر ایک ہی چیز نہیں صد ہا چیزیں اپنے اپنے موقع پر اور کس خوبی کے ساتھ انھیں ناپاک اور متنفذ چیزوں کے میل سے نہیں جکے دیکھنے سے کراہیت اور حقیقت پر نظر کرنے سے نہایت ہی حیرت اور تعجب ہوتا ہے۔

وہی مرد اور عورت کا خون ہے جس سے ہڈیاں علیحدہ بن رہی ہیں بال علیحدہ دانت ناک آنکھیں کان ہاتھ پاؤں سر ناخن وغیرہ اعضائے ظاہری اور اندرونی اعضا دل جگر دماغ وغیرہ علیحدہ بن رہے ہیں جن میں سے ایک کی شرح کے لیے بھی دفعہ طبعی ہے اور پھر کس قدر جلد کہ نو مہینے میں یہ مضغہ گوشت اچھی طرح سے بن سنور کر دم کے دم میں سلامتی کے ساتھ صاف ستھرا عالم شہود میں جلوہ گر ہو گیا۔

اس شور نے کیا مزد چکھایا  
حسنے ہین آدمی بنایا

الحمد لو اہب اعطایا  
والشکر لصانع البسیر

یا تو یہ حالت تھی کہ اسکی صلیت کو کوئی دیکھ بھی نہیں سکتا تھا نام لینے سے بھی تے آتی تھی  
یا اب یہ کیفیت ہے کہ گود میں لیتے ہین چومتے ہین چاٹتے ہین آنکھوں سے لگاتے ہین اور  
یہ زندہ ہے سکود دیکھتا ہے مگر مڑے سے بدتر نہ اسکو یہ خبر ہے کہ مین کون ہوں اور یہ کون  
لوگ ہین جو جھکو آنکھوں پر پے پھرتے ہین اور کہاں سے آیا ہوں اور کس حال میں تھا نہ اپنے  
جسم کی سدھ ہے نہ کسی چیز کی خبر نہ اٹھائے سے اٹھے اور نہ بٹھائے سے بیٹھے۔

دنیا میں آگے مگر کسی کام کے نہیں پھر جو اسنے بڑھنا اور نشوونما پانا شروع کیا تو اچھا تو ہی بڑبڑ  
خوب صورت تنو مند جوان بن گیا۔

اب کسی کو نظر میں نہیں لاتا غرور جوانی پر منڈلا رہا ہے ایسا نشے میں سرشار ہے کہ نہ اپنے فرائض  
کا خیال ہے اور نہ کسی طرح کا ملال کہ مجھ کو اس دنیا میں بہ کر کیا کرنا ہے اور کس غرض سے مجھ کو یہاں  
بھیجا گیا ہو کس قدر جھگڑے اور کتنے کبھیڑے میرے جی کو لگے ہوے ہین کچھ پروہ نہیں  
اپنے زور میں مست اور اپنی نیند کے نشے میں متوالا ہو رہا ہے۔

موت کا فرشتہ سر پر چڑھا ہر دم موت کا حکم سنار رہا ہے مگر یہ غفل پڑا ہوا کروٹ تک نہیں لیتا۔  
یہ بھی ایک دریا کا سا چڑھاؤ تھا جو وقت معین کے بعد اتر گیا سب اعضا ضعیف ہو گئے وہ  
جسم میں توانائی رہی اور نہ دل میں وہ امنگ نے ورازا مانی محض ناقابل مردے سے بدتر ہو گیا  
اور ایک دن آخر کو نہارون حشر تین اور لاکھوں تنائیں دلیں لے جا کر راہی ملک بھا ہوا۔

یا تو اس ذرا سی زندگی پر بڑے بڑے انتظام اور بڑے بڑے کام کر رہا تھا اور زمین و آسمان کے  
قلعے ملا رہا تھا یا اب دیکھنے کو بھی اسکا کوئی نشان نظر نہیں آتا یہ بھی معلوم نہیں کہ کہاں گیا  
اور کیوں چلا گیا آرام میں ہے یا تکلیف میں۔

ماں باپ زن و فرزند سبے ایسا گیا کہ نہ اسکو انکی خبر اور نہ انکو اسکی اطلاع۔

جسکی خاطر یہ اپنی جان قربان کرتا تھا اور ات دن اُنکے آرام کے لیے سرکھپاتا تھا اور کچھ بڑا اس بات کی نہیں تھی کہ ایک دن یہ محبت اور یہ الفت میرے جی کا وبال ہوگی وہ کچھ بھی اسکی غمگساری اور ہمدردی نہیں کر سکتے۔

یہ ہے اور اُسکے اعمال نہ کوئی ہسکار فین اور نہ کوئی عزیز یہ سب ظاہری دنیا سازی کی باتیں ہیں اور غفلت کا پردہ آنکھوں پر پڑا ہوا ہے۔

عاقبت کی خبر تو خدا جانے دنیا میں دیکھو تو آدمی کا کوئی بھی ہمدرد اور غم خوار نہیں ہے۔ جب تک اسکے ہاتھ کو وسعت ہو دشمن بھی دوست اور انتہا درجے کے مہربان ہیں جسوقت تنگی آئی گھر کے عزیز و اقارب بھی اسکے دیکھنے کے روادار نہیں وہ بھی ہر دم تحقیر اور خوGAR بنگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں خود اپنے زن و فرزند کو یہ بار خاطر گذرتا ہے۔

یہ سب کہنے کی باتیں ہیں سب غرض کے آشنا اور وقت پر دھوکا دینے والے ہیں۔ آدمی ناحق اور بے فائدہ اُنکی محبت کے نشے میں دیوانہ ہو رہا ہے دنیا میں دوست صادق اسکا ایک بھی نہیں۔

در اصل اسکا اصلی اور سچا دوست جو ہر دم اسکے اچھے بے حال کا خبر گیران اور ہر صورت اور ہر موقع کا نگہبان خواہ کسی حال میں ہو اسکو یہ اچھا ہی معلوم دیتا ہے اور وہ اسکے جمیع امور جسمانی روحانی کا منتقل نہ اس سے کسی چیز کا خواہاں نہ اس پر نظر کہ ہندو ہے یا مسلمان اپنے خزانہ سے ہر دم اسکو مالا مال کرنے لیے آمادہ۔ اور دمسد مچا لطف و کرم زیادہ۔ وہ ذات اسی خداوند وحدہ لا شریک کی ہو جس نے اسکو پیدا کیا ہوا و عدم سے عالم شہود میں لایا ہے۔

وہی اسکا معاون اور مددگار اور بگڑی کا بنانے والا اور وہی اسکو ہر بلا سے بچانے والا ہے۔ دنیا میں دل لگانے اور جان فدا کرنے کی قابل اگر کوئی ذات ہے تو وہ خدا کی ہی ذات ہے جسکا کوئی عدیل نہیں لیکن اسکے اکرام اسکے انعام کا معاوضہ جان قربان کرنے سے غلیظین

ہو سکتا بقول مرزا غالب جان نبی می ہوئی اُسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہوا

بڑی بڑی مشکلات میں وہ آن کی آن میں ایسی دستگیری اور فریادیں کرتا ہے کہ آدمی کو از خود بالیقین معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اُسی کا کام ہے اور اُسی کے فضل سے یہ شکل حل ہوئی ہو۔ اُس وقت سارے دہریوں و فلسفیوں کے اقوال جو خداوند کریم کے منکرینِ باطل اور یک قلم مردود ہو جاتے ہیں۔

فطرت کا جو شن جب زور کرتا ہے اور آدمی کو اپنی اصلی حالت پر لے آتا ہے تو ہر ایک ملحد اور منکرِ خدا سے اُسکی قدرت کا ملکہ کا اقرار کر دیتا ہے۔  
جو لوگ مصائبِ وہ خصوصاً جہاز کے سفر کر رہے ہیں اُن سے اس فکر کو کوئی دریافت کرے۔

اس قدرت کے دیکھنے کا انکو بہت ہی زیادہ اتفاق پڑتا ہے اور جو اہل باطن عارفِ باہر ہیں وہ تو قدرت کے جلوے میں ہر دم محو رہتے ہیں۔

روحانی خیالات اُسی وقت صاف اور عمدہ اور پاکیزہ ہوتے ہیں کہ جب دل صاف ہو اور دل کا صاف کرنا ریاضت اور نفس کشی پر منحصر ہے جس قدر نفس امارہ کو مارا جائیگا اور لذات اور خواہشات لایعنی سے اُسکورو کو گے اسی قدر قلب صاف ہوگا اور جب تک یہ مکر رہو رہا ہے اُس وقت تک انوارِ الہی کا پرتوا اثر انگیز نہیں ہو سکتا۔

اللہ رب العالمین کا فیض عام ہے اور وہ تمام عالم پر محیط ہے۔

یہ امر نہیں ہے کہ اُسکا جلوہ کمین پڑتا ہے اور کمین نہیں ہر جگہ اُسکا جلوہ روشن ہے لیکن جو اجسام اُسکی قابلیت رکھتے ہیں ان پر زیادہ اثر ہوتا ہے اور جو کم قابلیت رکھتے ہیں ان پر کم اور جو بالکل نہیں رکھتے ان پر مطلق اثر نہیں ہوتا۔

دیکھو! آفتاب کیسا جسم روشن ہے مگر تاریک اور مکر جسم کو وہ ہرگز روشن نہیں کر سکتا جن اجسام کی سطح صاف اور چمکیلی اور شفاف ہو وہ کیسے روشن معلوم ہوتے ہیں۔

پانی اور آئینے پر غور کرو کہ ان میں کدورت نہیں ہوتی تو انکا یہ حال ہوتا ہے کہ خود آفتاب

ہی اُن میں نظر آنے لگتا ہے۔

کہاں آفتاب کا جسم اتنا بڑا کہ جسکی برابر ہم کسی جسم کو شبیہ تک نہیں دے سکتے اور کہاں ایک ذرے سے ظرف کا پانی اور ایک چھوٹا آئینہ جسمیں آفتاب سما جائے اور ہر کوئی نظر آنے لگے اس سے صاف ظاہر ہے کہ کچھ چھوٹے بڑے اور ادنیٰ اور اعلیٰ پر منحصر نہیں ہے وہ جلوہ اور صفائی کا خواہاں ہو جہاں یہ صفائی ہوگی اُسی جسم میں وہ اپنا انعکاس ڈالے گا۔

قلعی اُسی برتن پر اچھی ہوتی ہے جسمیں کلوٹ نہیں رہتی اور جسمیں میل بھرا ہوتا ہے کیسی ہی قلعی کر کھجی وہ برتن اجلا نہیں ہوتا یہ تصور قلعی کا نہیں ہے ورنہ قصور اُس برتن کا ہے۔ لیکن اس بیان سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ خداوند تعالیٰ کا جلوہ کسی کو نظر آتا ہے البتہ اُس کا جلوہ عالم پر پڑتا ہے مگر۔

ہر جاتی ہے تیرا جلوہ لیکن	دیکھو تو کمین نظر نہ آیا
تجھ کو ہی سزا ہے کبریائی	کرسی کا نہ عرش کا یہ پایا

اور جو معنی انسان کی پیدائش اور انکی زندگی کا حال قلم بند کیا وہ اُس کا ایک جسمی خاک تھا اب جو انہیں فطرتی اوصاف ہیں ان پر غور کرو جسکے سبب تمام مخلوقات میں معزز اور محترم ہے۔ قدرت نے جو اوصاف اس کو عطا فرمائے ہیں انہیں سے ایک بھی کسی غیر میں نہیں پایا جاتا۔ (۱) یہ کہ اُس کو روح دی گئی ہے جو کسی کو نہیں دی گئی شاید بعض آدمیوں کو یہ خیال گزرے کہ دیگر حیوانات اور نباتات میں بھی روح ہے اسلیے ہم بتلاتے ہیں کہ روح سوائے انسان کے کسی میں نہیں ہے اور حیوانات اور نباتات میں روح ہرگز نہیں انہیں ایک قوت روانہ ہے جسکے سبب وہ چلتے پھرتے اور نشوونما پاتے ہیں جسکو جان یا حیو کہتے ہیں۔

روح اور جان کا امتیاز دریافت کرو۔

روح ایک جو ہر لطیف ہو جو بتلاتی ہے کہ یہ کام نیک اور یہ کام بد ہے وہ حلیٰ حلتین بد کام سے خوش نہیں ہوتی بلکہ نگہ رکھتی ہے اسکا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے کہ نیک کام



کرنے کے بعد روح پر غور کرو تو اس کو ایک طرح کی فرحت اور خوشی حاصل ہوتی ہے اور بد کام کرنے سے گو حفظ نفس ہو مگر روح پر کلفت کا اثر دیر تک رہتا ہے پس یہ روح ہی ہے جو نیک و بد افعال سے خوش اور غمگین ہوتی ہے اور یہی نفس نامطہ ہے۔

جس قدر عمدہ اور پاکیزہ خیالات دل میں حلول کرتے ہیں وہ روح کا اثر ہے عقل روح نہیں ہر وہ روح کی مشیر اور اسکی صلاح کار ہے۔

فطرت نے روح کی حفاظت کے واسطے جہان اور مددگار اور محافظ دیے ہیں انہیں عقل اعلیٰ ہے۔ روح تمام جسم کے رگ و ریشہ میں دائر اور سائر ہے بیچ و راحت جو کچھ پہنچتا ہے وہ روح کو ہی محسوس ہوتا ہے۔

**حواس** خمسہ باصرہ۔ سامعہ۔ لامسہ۔ ذائقہ۔ شامہ جنکو حواس ظاہری کہتے ہیں اور وہ ہم خیال حس مشترک وغیرہ باطنی حواس سب روح کے تابع فرمان ہیں۔

اگر یہ کہو کہ یہ قوتیں دیگر حیوانات میں بھی پائی جاتی ہیں کہ وہ بھی دیکھتے۔ کھاتے۔ پیئے اور سنتے ہیں اور باطنی حواس سے اپنی منہر اشیا کو دریافت کر لیتے ہیں اور اُس سے اپنے کو بچاتے ہیں اور اپنے آرام و آسائش کے لیے صد ہا طرح کے بندوبست کرتے ہیں جس سے بخوبی عیاں ہے کہ جیسے حواس انسان کو دیئے گئے ہیں ویسے ہی دیگر جانور و زمین موجود ہیں۔

لیکن حقیقت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فطرت نے موافق انکی حفاظت کے انکو سمجھ دی ہے جیسی سمجھ انسان کی ہے ویسی انکو ہرگز نہیں دی گئی اگر ایسی سمجھ انکو دی جاتی تو وہ کبھی انسان کے بس میں نہ آتے بلکہ آدمی کا دنیا میں ہنا مشکل کر دیتے۔

ایک ذائقہ کی قوت پر نظر کرو کہ آدمی کے ذائقے اور حیوانات کے ذائقے میں نہایت تفاوت ہے یہ نباتات گھاس لکڑی وغیرہ آدمی کو تلخ اور بد مزہ معلوم ہوتی ہے اور چار پایوں کو شیرین اور خوش گوشت گوشت گوشت کے ساتھ بر غبت تمام کھاتے ہیں اور بعض چار پائے اُس کو سونگھتے تاکہ نہیں۔

شیر بھڑیلے۔ چیتے اور لوٹری وغیرہ کے روبرو کیسی ہی سبز گھاس اور پتے رکھو وہ کبھی نہیں کھائینگے انکی غذا گوشت ہے۔

گائے۔ بیل۔ بھینس وغیرہ گوشت کھانے سے بالکل متنفر ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کے اور انکے ذائقے میں ضرور تفاوت ہو اور جو ذائقہ آدمی کو دیا گیا ہے وہ ذائقہ ہی اور ہے اور حیوانات کو بھی جو ذائقہ دیا گیا ہے وہ بھی مختلف ہو چیل اور گد کے روبرو مٹھائی مٹی کی برابر ہے خواہ کسی قسم کی ہو پھر جو چیزیں وہ کھاتے ہیں انکی ماہیت سے قطعی بیخبر ہیں صرف مقدار اور ادا انکو ہے کہ یہ ہماری خوراک ہے۔

یہ ہرگز نہیں سمجھتے کہ یہ گھاس یا درخت کے پتے ہیں یا زراعت کے ڈوکھے اور کیسے اگتے ہیں اور کس طرح سے ہمارے کھانے میں آئے ہیں انکو کھانے سے غرض ہے۔

پا صرہ کی قوت بھی انکی ایسی ہی ناقص ہے کہ وہ جس چیز پر نظر کرتے ہیں اسکی صلیت کو نہیں سمجھ سکتے اگر وہ صلیت کو جانتے تو اپنے سے ادنی جانور کو دیکھ کر کیوں خوف کھاتے۔

گھوڑے اور اونٹ کو دیکھو کہ کیسے قوی جانور ہیں اور ادنی جانور بیل اور گد سے اور خرگوش تک کو دیکھ کر بھڑک جاتے ہیں گاڑی کی گڑ گڑاہٹ سے بالکل بے قابو ہو جاتے ہیں۔

شیر سے زیادہ بے بال اور دلیر جانور ہو مگر آگ کے دیکھنے سے کوسون بھاگتا ہے۔

ما تھی جو نہایت قوی مہیل ہے ایک پٹننے کی آواز کی سہارا نہیں کر سکتا۔

یہی حال انکے دیگر جو اس کا ہو اور وہم و خیال تو انکو مطلق نہیں ہے نہ وہ اپنی حالت پر غور

کر سکتے ہیں نہ کوئی منصوبہ کسی طرح کا اپنے دل میں باندھ سکتے ہیں نہ خود واقف ہیں کہ ہم کون

ہیں کسی طرح کے نیک و بد کی انکو تمیز نہیں بمقابلہ انسان کے انکی زندگی ایسی ہی جیسی نباتات

کی کہ وہ نشو و نما پاتے اور آدمی کے کام آتے ہیں انہیں جو قوت ہو وہ جب زائل ہو جاتی ہے

تو وہ بے جان ہو کر گر پڑتے ہیں مثل انسان کے انکی جان قائم نہیں رہتی کہ دوسرے عالم کی سیر کرے۔

اور یہ قوت جمادات میں بھی پائی جاتی ہے صرف انکی قوت اور حیوانات کی قوت میں مقدار

تفاوت ہے کہ ان میں روائی ہے اُن میں نہیں وہ نشوونما پاتے ہیں اور نہیں۔  
 ان کی توالد تناسل پر نظر کرو تو یہ وصف بھی اُن میں ایسا نہیں ہے جیسا آدمی میں ہے  
 عورت کو حیض ہوتا ہے اور حیض کے خوف سے بچہ بنتا ہے حیوان مطلق میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔  
 انکی شہوت بھی وہ شہوت نہیں ہے جو آدمی میں ہے نہ اور مادہ کو جفتی کی خواہش اُسی وقت تک  
 رہتی ہے جب تک نطفہ قرار نہیں پاتا جان نطفہ ٹھہر گیا نہ مادہ کو اور مادہ نہ کر سکتی تک  
 نہیں اور آدمی کو ہر حالت میں بدستور وہی خواہش رہتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آدمی کی جو  
 خواہش ہے اور ہے اور حیوانات کی خواہش صرف بضرورت نسل ہے۔

پھر ایک تفاوت یہ ہے کہ جب تک اُنکے بچے پرورش نہیں پاتے اُس وقت تک بچے حیوانات کو  
 اور حیوانات بچوں کو نہیں چھوڑتے بڑے ہونے پر وہ بالکل اجنبی ہو جاتے ہیں۔  
 غرض کہ روح جسکے واسطے یہ سب کا رخا قدرت نے قائم کر رکھا ہے صرف حضرت انسان ہی کا  
 حصہ ہے اور اسی کے باعث یہ جملہ مخلوقات میں اشرف المخلوقات کہلاتا ہے اور اسی واسطے اسکے لیے  
 جزا و سزا ہے اور اسی میں کوئی بڑا اسرار الہی ہے جسکو ظاہر نہیں کیا گیا۔

روح میں بھی تفاوت ہے ایک روح ایماندار (فرمان بردار) بندہ و نکی ہے اور ایک روح کافرون  
 (نافرمانوں) کی ہے جو روح فرمان برداروں کی ہے اس میں بھی کئی درجے ہیں۔

ایک تو وہ ہیں جو دل سے خداوند تعالیٰ اور اُس کے احکام کو تسلیم کرتے اور مانتے ہیں مگر عمل  
 نہیں کرتے اور مغلوب النفس ہیں۔

دوسرے وہ ہیں کہ درمیانی چال چلتے ہیں بہت نیک اور بہت بد کام اُن سے سزا ہوتی ہے  
 تیسرے وہ اللہ کے بندے ہیں جو ہر دم نیکیوں میں مشغول اور مصروف ہیں اور خالق  
 عالم کی نافرمانیوں سے کوسوں بھاگتے ہیں اور وہ سابق بالخیرات ہیں کہ نیکی کرنے سے  
 کسی وقت اُنکو سیری نہیں ہوتی۔ اس تیسرے فریق میں سے ایک فریق اُن بندگان  
 عالی شان برگزیدہ کا ہے جنکا انتخاب خود قدرت نے کیا ہے خواہ کوئی صورت کسی قسم

کی ہو وہ گناہ پر آمادہ نہیں ہو سکتے ہر حال اور ہر وقت میں وہ تابع فرمان خداوند ذوالجلال کے رہتے ہیں یہی وہ فطرتی اثر تھا جسے یوسف علیہ السلام کو زلیخا جیسی حسین اور دل بانٹا ہوا عورت ایسی حالت میں کہ جسمیں انسان بے اختیار ہو جاتا ہے گناہ سے باز رکھا۔

کافروں کو دیکھو کہ دنیا کے معاملات میں وہ کیسے سنجیدہ اور سیرج افہم کہ بڑے مشکل عقدوں کو ایک نگاہ میں حل کرتے ہیں اور ایسے چالاک اور ہوشیار ہیں کہ کسی عتیار کے دام فریب میں نہیں آ سکتے مگر مذہب کی جانب سے ایسے کو دن اور رات مفرکہ مطلق غور نہیں کرتے اور ان کو ذرا بھی خیال نہیں ہوتا کہ ہمارا مذہبی عقیدہ درست ہی یا نادرست۔

انکو خواہ کوئی کیسی ہی ترغیبے اور کسی ہی دلائل اور براہین انکے روبرو کوئی پیش کرے وہ اس جانب بائیں ہی نہیں جھٹکتے اور اس طرف کا انکو خیال بھی نہیں آ سکتا ورنہ نقصانے فطرت انسانی یہ ہے کہ جس امر میں یہ اپنا کچھ بھی فائدہ سمجھتا ہے اُسکی جانب بجاؤں دل متوجہ ہو جاتا ہے اور اُسکے موانع کا دفعیہ بڑی کوشش اور سعی کے ساتھ کرتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ایسے بڑے فائدہ کے لیے یہ راغب نہیں ہوتا اور ایک عارضی اور ناپائیدار نفع کی خاطر ہر دم اپنی اوقات گرانمایہ کو ضائع کر رہا ہے۔

جو انسان ذرا سی عقل بھی رکھتا ہے اُسپر کوئی مقدمہ فوجداری کا خدا نخواستہ دائر ہو اور وہ اگرچہ ہنوز ماخوذ بھی ہوا ہو لیکن اس خیال سے کہ شاید جرم ثابت ہو جائے اور میں سزا ب ہو جاؤں ایک دم چین سے نہیں بیٹھ سکتا خواہ اُسکا گھر برباد ہو جائے اور زن و فرزند کیسے ہی فاقے سے مرنے پر مجبور ہو گیا ہو اسطرح اپنی محنت اور خرچ میں کمی نہیں کر سکتا۔ گو یہ اچھی طرح سے جانتا ہو کہ جو جرم مجھ پر لگایا گیا ہے اُسکی سزا دالم مجھ میں نہیں پچانسی نہیں صرف چند روز کی سزا قید یا جرم مانہ ہے مگر وہ ہرگز اس سے خائف نہیں ہو سکتا اور خواہ اُسکو کیسا ہی یقینی ذرائع سے اطمینان دلاؤ وہ مطمئن اور فارغ البال نہیں ہو سکتا۔

موت کا حکم خدا کے گھر کا ہر دم منادی کر رہا ہے اور باوازن بندہ بکو پکار رہا ہے کہ موت کیوٹھ

ہوشیار اور خبردار ہو جاؤ اور ہزاروں لاکھوں کو اپنی آنکھوں کے رو برو روزمرہ مرتے ہوئے دیکھتے ہیں پھر بھی کچھ پرواہ نہیں کرتی اس عارضی زندگی کو حیاتِ ابدی اور سرمایہ جاودانی جانتے ہیں۔ پس اسکی وجہ یہی ہے کہ اُن کفار کی روح از روئے فطرت وہ جو ہر لطیف نہیں ہو کہ جو ایمان دار بند ذکی ہو ایمان دار دل ایماں دار روح ہر دم اور ہر خطہ اسی ذکر و فکر میں مصروف اور مشغول رہتی ہے۔

مردمومن دار آخرت کی درستی اور صلاح کے لیے دنیا کو فرغِ آخرت سمجھ کر مومنہ لگاتا ہے ورنہ دل سے ہرگز راغب نہیں ہوتا اور یوں کہتا ہے۔

مراد در منزل جانان چہ من و عیش چن بزمِ جرس منبر یاد میدارد کہ بربند یہ محملها وہ نفیس اور پاک رو صین خواہ کسی قوم اور ملت میں جنم لین اور کیسے ہی جان و مال کے خطرے آنکو پہنچیں وہ خدا کو نہیں بھول سکتیں۔

**حضرت ابراہیم علیہ السلام** نے کیسے بُت پرست اور اشد کافر کے گھر میں جنم لیا تھا کہ تمام خاندان اور قوم کے آدمی اور بادشاہ تک خدا کے منکر تھے اور انھوں نے قسم قسم کے عذاب بھی دیئے اور بادشاہی قہر و غضب سے بھی سب طرح سے ڈرایا مگر وہ ہرگز انکے ڈرانے سے نہیں ڈرے اور بت جو سن اور مبالغہ کے ساتھ بتوں کی توہین اور انکے عقیدے کی تذلیل نہایت جرأت اور جوان مردی سے کرتے رہے۔

وہ کیا چیز تھی جسکے باعث اُن بت پرستوں و محدون جاہلون کو پکار پکار کر کہتے تھے کہ ”ای قوم! اس گمراہی اور جہالت سے باز آؤ اور وحدہ لا شریک جس نے تمکو اور تمھاری قوم کو پیدا کیا ہے اُسکی عبادت کرو۔“

”وہ تمھارا اور تمھارے باپ دادا کا رب ہے۔“

کیون بتوں کی پرستش سے عذاب الہی اپنے اوپر لیتے ہو اور کس واسطے اس تہ کارِ عمید سے اپنے مکانِ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں بناتے ہو۔

وہ روح پاک تھی جو ایسی بدکار قوم سے نکل کر علیحدہ ہو گئی اور اُس نے قوم کو لٹکانا اور پکارنا شروع کیا

اور قوم کے اور اپنے خاندان کے لعن و لعن اور رسوائی کا مطلق لحاظ و پاس تک نہیں کیا اور زہر  
سلطانی سے خوف آیا۔

جن لوگوں کا دل خدا کی جانب سے غافل اور دنیا میں مشاغل ہے اور وہ مذہب کی تلاش  
اور تفتیش کچھ نہیں کرتے آباؤی تقلید پر مڑے ہیں اور انکو کسی وقت یہ خیال نہیں آتا کہ ہمارے  
عقائد مذہبی کیسے ہیں قدرتی ہیں یا مصنوعی باپ دادا جو گذرتے چلے گئے و محقق تھے یہ تقلید  
مرنے کے بعد خاص ہماری ذات سے سوال ہوگا آباؤی تقلید ہمکو کچھ فائدہ نہیں دیگی۔

اگر ہمارے باپ دادا گمراہ اور خلاف حکم خدا ہوئے تو انکا اتباع ہمارے لیے سم قاتل ہوگا  
اور پھر ہم دوسری بار دنیا میں نہیں آئیں گے جو تلافی مافات کر سکیں صرف ایک فہ کی زندگی  
اعمال اور عقائد کے لیے عطا کی گئی ہے۔

**فطرت** کا یہ خاصہ ہی نہیں ہے کہ مرنے کے بعد دوسری مرتبہ پھر دنیا میں کسی کو بھیجا جا  
آج تک کوئی مردہ لوٹ کر نہیں آیا عدم کا راستہ وہ ہے جسکی وہاں نہیں۔

جنکو یہ خیالات نہیں آتے وہ بھیجی طرح سے یقین کریں کہ انکی روحیں از روئے فطرت خبیث  
ہیں جنکو دوزخ میں جھونک دیا جائیگا۔

گو وہ یہاں چند روزہ زندگی میں دنیا کا مزہ اٹھالیں اور جو جودل کی حسرتیں ہیں وہ ایک وقت میں  
تک جب تک کہ انکو موت نہیں آتی ہے بخوبی کمال لیں مگر مرنیکے بعد وہ یہی فریاد کریں گے کہ ہمارے  
”کیا اچھا ہوتا کہ ہم دنیا میں مٹی ہوتے“

وہ حکومت اور دولت اور وہ عیش جب سب خاک میں مل جائیگا تو کچھ بھی یاد نہیں آئیگا صرف ایک غم  
و خیال سار ہجائیگا اس وقت وہ یہ کہیں گے کہ ”ہمکو ہمارے باپ دادا اور سرداروں اور دنیا  
کے جاہ و شہم نے برباد کیا“ ہم جسکو نوش سمجھتے تھے وہ سراسر نیش تھا جسکو امت خیال  
کیا تھا وہ زہر ہلا لیا تھا اور سردار اسی طرح انکو نادام اور شرمندہ کرینگے کہ تم نے ہمکو کھویا۔

کاش اُس دولت اور ثروت کی عوض ہم دنیا میں محتاج اور ذلیل ہوتے فاقے کرتے ہر قسم کے

مصائب اٹھاتے لوگ ہکودلیل رکھتے دولت - ثروت - حکومت کچھ ہکوندی جاتی صرف ہم خدا سے واحد کی عبادت کرتے اور اس نام فریب میں نہ آتے تو آج کیوں اس بلا میں مبتلا ہوتے دنیا کی ہزار مصیبتوں اور آفتوں کو ہم جھیل لیتے یہ عذاب ہکوندیا جاتا۔

لیکن اُس وقت کا یہ افسوس کچھ فائدہ نہیگا اور اُس نجات پانے سے کچھ حاصل نہوگا۔

(۲) انسان کو عقل عطا ہوئی ہے جو کسی کو نہیں دی گئی اور قدرت نے یہ جو نفیس اور نئے ہابھی اُسی کو بخشا ہے حیوانات مطلق میں یہ ادراک نہیں ہے۔

یہ عقل وہ چیز ہے کہ ہمان ہماری نگاہ نہیں پہونچ سکتی جسکو عواس ظاہری نہیں پاسکتے وہان وہان یہ پہونچ جاتی ہے اور اصل کا پتہ لے آتی ہے۔

یہی اشیا کو اور انکی حقیقت کو کما مینہی دریافت کرتی ہے اور طرح طرح کے تجربوں سے نتائج نکالتی ہن حیوان مطلق کو جو سمجھ دی گئی ہے وہ اُس سے کسی چیز کی اصلیت یا حقیقت کو ہرگز دریافت نہیں کر سکتے صرف انکو اتنی ہی سدھ ہے کہ وہ اپنی خوراک اور آرام کی چیزوں کو جانتے ہن اور اپنے ٹھنڈ کو پہچانتے ہن انسان کی عقل ہے کہ عالم بالانک کی اشیا کو دریافت کرتی ہے اور انکی حقیقت معلوم کر کے قسم قسم کی اشیا اور چیزیں بناتی ہے۔

جس قدر آرام و آسائش کا سامان اس عالم میں پھیلا ہوا ہے وہ عقل کا ہی زور ہے۔

اگرچہ بعض چیز پر بند اپنے لیے عمدہ سکن اور گھونسے بنالیتے ہن لیکن وہ اُس عقل سے بہرہ نہیں رکھتے جو انسان من ہے وہ ایک طرح کا گھونسلا یا سکان بنانا انکا فطرتی خاصہ ہے کہ جب وہ بنائینگے اسی قسم کا بنائینگے۔

چڑیا اپنی وضع کا اور دیڑہ اپنی وضع کا گھونسلا بنائیگا دوسری وضع کا ہرگز اُس سے نہیں بن سکیگا۔

انسان ہے کہ روزمرہ نئی ایجاد نئی وضع نیا طرز ہر ایک امر میں اپنی عقل خدا داد سے کرتا اور بناتا رہتا ہے۔

انسان کی عقل غیر محدود اور حیوان مطلق کی سمجھ بالکل محدود ہے۔

(۳) انسان کو علم دیا گیا ہے جو دیگر حیوانات کو نہیں دیا گیا۔

(۴) سخاوت۔

(۵) شجاعت۔

(۶) امانت۔

(۷) دیانت خاص انسان ہی کا حصہ ہے جس سے کل جانور محروم ہیں۔

یہاں دو وصف شجاعت اور امانت کی ہم شریح کرینگے باقی کی صراحت کی ہم ضرورت نہیں دیکھتے۔

## شجاعت

شجاعت

شجاعت اس جو اندری اور بہادری کا نام ہے کہ جہاں موقع جان کے لڑنے اور خطرے میں ڈالنے کا ہو وہاں آدمی جرأت کرے اور کچھ خیال اُسکو اپنی جان کے جانے کا نہیں ہے۔  
یہ وصف انسان کا کس وقت برانگیختہ ہوتا ہے اول حفظ آبرو و دوم حفظ جان سوم حفظ مال چہارم حفظ دین۔ انہیں سے تین وصف تو دیگر حیوانات میں مطلق نہیں ہیں حفظ جان کے واسطے وہ بھی حملہ آوری کرتے ہیں جیسے شیر۔ چیتا۔ ہاتھی۔ سانپ۔ بچھو وغیرہ کہ اپنی جان کے خوف سے وہ آدمی کو مار لیتے ہیں وہ شجاعت نہیں ہے انسان کی بہادری سے اُسکو کوئی مناسبت ہی نہیں ہے وہ حملہ آوری اُنکا خاصہ ہی ہے خواہ اُنکا دوست ہو یا دشمن اور موقع ہو یا نہ موقع اُنکو حملہ آوری سے غرض ہے

مقتضای طبیعتش این است

نیش عقرب نہ از پی کین است

شیر اپنے پروردگار کو اور ہاتھی فلیبا کو اکثر مار ڈالتا ہے جو خاصہ ان جانوروں کے اندر ہے اُسکو شجاعت نہیں کہتے ہیں جہاں اور تھور کا جو وسط ہے لکڑی شجاعت کہتے ہیں جس سے حیوان مطلق کو سونڈور ہیں۔

## امانت

امانت

یہ بار امانت آدمی پر ہی ڈالا گیا ہے اور اسی نے اس بار امانت کو اپنے سر پر اٹھایا ہے



یہ وہ بار ہے جسکا بجز انسان کے کوئی تحمل نہیں ہو سکتا

انسان کو جو روحانی اور جسمانی طاقتیں اور حواس ظاہری اور باطنی عطا فرمائے گئے ہیں یہ سب امانت ہیں اور زن و فرزند خویش و برادر جس قدر بنی نوع انسان ہیں سب کا بار اسکے ذمے ڈالا گیا ہے اور ہر ایک کا حق اس پر لگایا گیا ہے۔

آنکھ امانت کا نامت - ہاتھ پاؤں امانت - جملہ اعضا امانت ہیں کہ انکو یہ ضروری کام میں لگائے بیہودہ اور لغو امور میں ذرا لگایا اور خائن کہلایا۔

مسکرات میں انکو مصروف کیا اور مجرم ہوا برخلاف دیگر حیوانات کے کہ وہ اس سے بالکل آزاد ہیں اور کوئی بار امانت انکے ذمے نہیں ہے۔

دنیا میں وہ صد ہا حرکات کرتے ہیں کسی جانور کو مارتے کیسکو مجروح کرتے کیسکی زراعت برباد کرتے ہیں کیسکا گھی - دودھ - کھن وغیرہ کھا جاتے ہیں اور ہزار طرح کے نقصان کرتے ہیں مگر قانوناً اسے کبھی کوئی مواخذہ نہیں کیا جاتا اور آدمی ہے کہ اگر نبی بی کو نان و نفقہ سے اولاد کی پرورش نہ کرے ان باپ کی خدمت میں کمی کرے عزیز و اقارب کو انکے حقوق سے اس سے فوراً باز پرس ہوتی ہے۔

پھر یہی نہیں ہزار طرح کے بار اسکے علاوہ اسکے ذمے ہیں سب جانور غیر مکلف ہیں اور یہ ذرا ساندہ ضعیف البنیان مکلف۔

آسمان - زمین - خاک - باد - آب - آتش - سورج چاند وغیرہ میں سے کوئی بھی ایسا شے میں جکڑا ہوا نہیں ہے جیسا کہ انسان ہے پیٹ کے فکر کے سوا لاکھوں طرح کے تفکرات کی جان کو لگے ہوئے ہیں۔

آج بی بی کے پاچامے اور کرتی کی فکر ہے تو کل بیٹے کے انگور کھے اور جوتے کی۔ اولاد کی پرورش انکی تعلیم ان باپ کا نان و نفقہ اور انکی خدمت بھائی بہنوئے کے حقوق غرضکہ دنیا بھر کا ہر اسی خاک کے پستلے پر ڈالا گیا ہے۔

”اسمان بار امانت تنوہت کشید | سترۂ فال بنام من دیوانہ زدند“

(۸) انسان فاعل خود مختار ہے اپنے اقوال اور افعال میں وہ پورا آزاد ہے اور اس آزادی ہی کا باعث ہی جو زمانہ بھر کے جھگڑے دنیا بھر کے بکھیڑے اسکے پیچھے لگے ہوئے ہیں حیوانات میں یہ وصف نہیں ہے وہ خود مختار ہرگز نہیں صرف اپنی خورش اور آسائش کا انتظام وہ اسی فطرتی قاعدے سے کر سکتے ہیں کہ جو انکے لیے مخصوص ہے۔

(۹) انسان میں ہمدردی ہے ہر ایک کے رنج و راحت میں یہ شریک ہوتا ہے اپنی قوم اپنے خاندان اپنے عزیز و اقارب کے سوا تمام بنی نوع انسان اور حیوان کے آرام کے لیے ہزاروں تدبیریں اور کوششیں کرتا ہے انکی مصلح اور صلاح کے لیے جان و مال خرچ کرتا ہے اور اپنی زندگی کا نتیجہ اور ذاتی فرض ہمدردی کو سمجھتا ہے یہ وصف نہایت ہی اعلیٰ اور فضل انسان میں ہے۔

درد و دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم تھے کہ وہ بیان یہ چند اوصاف مذکورہ بالا جو ہم نے انسان کے ظاہر کئے انکے ملاحظے سے ثابت ہو کہ قدرت نے جو اوصاف فطرتی انسان میں رکھے ہیں وہ کسی کو عطا نہیں فرمائے جس قدر مخلوقات ہی سب میں انسان ممتاز ہے اور جو صنعتیں کہ انسان بناتا اور ایجاد کرتا ہے ان میں انسان کا کوئی وصف نہیں پایا جاتا۔

ہزاروں کلین اور لاکھوں طرح کی چیزیں انسان کی بنائی ہوئی موجود ہیں اور بعض کلین ایسی ہیں کہ لاکھوں آدمیوں کے زور کا کام دیتی ہیں لیکن انسانی وصف ان میں مطلق نہیں ہے۔

گھڑی اگرچہ وقت بتلاتی ہے مگر انسان جیسا تنفس اس میں نہیں ہے گھنٹہ ہر چند کہ آواز دیتا ہے لیکن آدمی کا سا نطق اس میں کہاں۔

جس طرح سب انسان کی مصنوعی اشیاء قسم قسم کا کام دیتی ہیں اسی طرح قدرتی انسانی ضروریات کے لیے حیوان مطلق بنا دیے ہیں وہ چلتے ہیں پھرتے ہیں کھاتے ہیں

پیتے ہیں جاگتے ہیں سوتے ہیں گرمی سردی سے موثر ہوتے ہیں بولتے ہیں چھپاتے ہیں دیکھتے ہیں نہ دیکھتے ہیں سنتے ہیں چھپوتے ہیں مگر جیسے اوصاف انسان ہیں وہ انہیں نہیں۔

ایک قوت ناطقہ انسان کی ہے کہ جیسے دریا کا دہانہ کھول دیا اور وہ روان ہو رہا ہے اور ایک بولنے کا خواص حیوانات میں ہے کہ جب قدر انکو قدرت نے سکھا دیا ہے وہی اواز میں وہ بول سکتے ہیں اور جو انسان کی بولی انکو سکھائی جائے تو اُسکے مفہوم کی کچھ خبر انکو نہیں ہوتی۔ طوطا اور مینا گو آدمی کی بولی سیکھ جاتے ہیں لیکن مفہوم کو ہرگز دریافت نہیں کر سکتے اور جو سکھایا جاتا ہے نہ اُس سے تجاوز کر سکتے ہیں۔ یہی حال اُنکے دیگر خواص کا ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ جو اوصاف انسان میں ہیں وہ حیوانات میں نہیں اور جو حیوانات میں قدرت نے اوصاف رکھے ہیں وہ دیگر مخلوقات میں نہیں پائے جاتے اور خود آدمی جن چیزوں کا صانع ہوا انہیں بھی کوئی وصف آدمی کا نہیں پایا جاتا تو اب یہ مسئلہ کہ

”خداوند جلّ وعلیٰ شانہ بٹیا رکھتا ہے“ یا

”وہ رحم عورت میں حلول کرتا ہے“

محض غلط اور صریح بہتان ہے اور فطرت کے خلاف

جس حالت میں کہ اُسے انسان کو باہین صفات بنایا کہ اُسکے سے اوصاف کسی میں نہیں رکھے تو خود وہ انسانی صفات سے کیسے متصف ہو سکتا ہے۔

یہ عقیدہ انکی قدرت کاملہ کو دھبہ لگانے والا اور خدائی زور کا مٹانے والا ہے۔

جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ایک ذات میں تین وصف ہوں کہ

وہ خالق بھی ہو۔

پرور و گار بھی ہو۔

قہار بھی ہو۔

محال ہے۔

اس واسطے وہ تین خدا علیحدہ علیحدہ مانتے ہیں۔

(۱) برہما پیدا کرنے والا۔

(۲) بشن پرورش کرنے والا۔

(۳) ہمیش (مہادیو) قہر کرنے والا۔

یہ انکی سخت غلطی ہے وہ آدمی کی حالت پر نظر کریں کہ وہ ایک ذات ہو کر کتنے اوصاف لکھتا ہے کہ سخی ہے۔ دو تہند ہے۔ عالم ہے۔ بہادر ہے۔ حسین ہے۔ سنتا ہے۔ دیکھتا ہے۔ لکھتا ہے۔ پڑھتا ہے۔ چلتا ہے۔ پھرتا ہے۔ موجود ہے۔ صد ہا ہزار ہا اوصاف ایک ذات میں موجود ہیں۔

یہ تو محال نہیں اور خداوند تعالیٰ میں ان تین صفوں کا ہونا محال و ناممکن سمجھا جائے محض دعویٰ باطل ہے۔

اسی طرح سے جو یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اب (باپ) ابن (بیٹا) روح القدس (جبریل) تینوں وجود ہیں جو مالک و خالق زمین و آسمان ہیں۔

یہ عقیدہ بھی فطرت اور قانون قدرت کے خلاف ہے کیونکہ باپ یا بیٹا ہونا انسانی صفا ہے اگر خدا کو باپ تصور کیا جائیگا تو وہ انسانی صفات سے جو الوہیت کے شایان نہیں

ہے متصف ہوگا اور جیسا خاصہ تو والد تناسل کا انسانین ہو وہی خدا کی ذات میں ماننا پڑیگا۔

اگر یہ لوگ اللہ و مسیح دونوں کو تریم جانتے ہیں تو بیٹا ہونا ہی اس کے منافی ہے اسیے کہ

بیٹے کے لیے ضرور ہو کہ باپ کے بعد ہو اور یہ شان ہو حادث کی اور دونوں کو حادث کہیں تو خدا

تشریف لیکے اور اگر باپ کو قدیم بیٹے کو حادث جانیں تو باپ بیٹے میں مجانبست نہی مناسرت

آگئی کچھ کام نہ نکلا بہر طور مقدمات دلیل فاسد اور دعویٰ باطل ہے۔

یہ عقیدہ مذہب کے اصل اصول کو ہی نسیا منسیا کیے دیتا ہے۔

اس لیے کہ سب سے پہلا اور علی مسئلہ مذہب کا یہی ہے کہ بندہ یہ جانے کہ ہمارا مالک اور خالق

کون ہے جب یہی اس کو دریافت نہوا اور پہلے ہی مقام میں یہ تک کر گیا تو آگے اسکا جانا معلوم۔

اس عقیدے میں چند عقائد ہیں۔

ایک تو وہ جو اقنوم یعنی تین وجود کے قائل ہیں جب کا بیان ابھی ہم کر آئے ہیں۔  
دوسرے وہ ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ان تینوں یعنی باپ۔ بیٹا۔ روح القدس  
سے ذات باری کا وجود ہے۔

اسکی دلیل انکے نزدیک یہ ہے کہ بغیر تین امر کے واحد کا وجود محال ہے جیسے ایک کا ہندسہ کہ  
وہ حقیقت دیکھنے اور سمجھنے میں تو ایک ہے مگر اس میں طول بھی ہے عرض بھی ہے گہائی بھی  
ہے اسی طرح خدا کا وجود سمجھو۔

تیسرے وہ ہیں کہ جب کا یہ عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے بندوں کی مغفرت کے لیے دنیا میں  
اپنا بیٹا مسیح علیہ السلام پیدا کیا کہ وہ کفارہ سب گنہگاروں کے گناہ کا ہو جائے اور اسکے سبب  
وہ سب کو بخشدے جو اُس پر ایمان لائیں۔

یہ تینوں عقیدے جو تمام یورپ میں ایک دراز عرصے سے چلے آتے ہیں جب کو ہزار برس سے زیادہ  
گزر گئے فطرت کے خلاف ہیں۔

پہلا عقیدہ تو اہل ہنود کے مذہب کی موافق ہے کہ ان میں جو لوگ برہما۔ بشن  
مہیش کو خدا کہتے ہیں ویسے ہی یہ اقنوم کو یعنی جیسے برہما۔ بشن۔ مہیش خدائی کے  
مالک ہیں اسی طرح سے انکے نزدیک باپ۔ بیٹا۔ روح القدس خالق عالم اور رب العالمین  
ہیں پس ایک خدا کے تین خدا ہیں۔

اس عقیدہ کا خلاف فطرت ہونا ہم اوپر بیان کر آئے ہیں یہاں یہ اظہار کرتے ہیں کہ اس عقیدہ  
کے لوگ موحد نہیں مُشرک ہیں۔

کسی نے کسی کو یا تو خدا مانا کسی نے کالا دیوی اور ماتا کو پر میشر جانا اور کسی نے اُگا  
بیٹا بنا کر بیٹے کو اور روح القدس کو اُنکی خدائی میں شریک سمجھا نتیجہ اوٹال کا رد و نکال ایک ہو۔  
یہ عقیدہ جو اہل ہنود کے مذہب سے ملتا ہوا شہادت دیتا ہے کہ اہل ہنود کے پیشواؤں نے عیسائیوں  
سے یہ سبق لیا ہے یا عیسائیوں نے اُنسے۔

ہند اور یونان میں بھی ایک زمانے تک جو تعلق رہا ہے وہ کستی تاریخ دان سے پوشیدہ نہیں کیا عجب ہو کہ مثل تناسخ کے یہ مسئلہ یونان کے عیسائیوں سے اہل ہندو نے سیکھا ہوا اور بیان کر اپنے مذہب کی مطابق شکل بنالی ہو۔

تاریخ بکا رہی ہے کہ ساتویں صدی عیسوی تک مصر۔ روم۔ یونان میں عیسائی اور ایران میں بت پرستی۔ آتش پرستی کا مذہب باری مذہب تھا اور ملک عرب میں گو کوئی مستقل سلطنت اُس وقت میں نہیں تھی مگر نصاریٰ۔ یہودی۔ مشرکین۔ سب لوگوں کے مذہب کا مجموعہ عرب تھا اور ہندوستان میں رعایا برابرا اور دربار کا مذہب علی العموم بت پرستی تھا۔

چونکہ ان ملکوں کا سلسلہ آپس میں ملا ہوا ہے ایک ملک سے ایسے عقائد دوسرے ملک میں اور اُس سے تیسرے ملک میں پھیل گئے یہی وجہ ہے کہ اہل ہندو کا مذہب مجموعہ تمام مذاہب کا ہے۔ تھوڑی بہت سبکی تقلید کو اپنا شعار کیا ہے۔

ایک تو وہ ہیں کہ جو برہما۔ بشن۔ ہیش کو خدا مانتے ہیں۔

دوسرے وہ ہیں کہ چوہیں اور تینتیس کروڑ دیوتا کو خدا جانتے ہیں۔

تیسرے وہ جو آگ کو دیوتا اور خدا سمجھتے ہیں۔

چوتھے وہ ہیں کہ ان سب کے سوا دیوی کو خدا جانتے ہیں اور دیوی بھی ایک نہیں صد ہا دیوی ہیں۔

پانچویں وہ ہیں کہ چوہیں متشکر کو خدا کہتے ہیں اور پانچا تھجی کی پوجا کرتے ہیں۔ یہودی اور عیسائی بیت المقدس کی زیارت کرتے اور سکویت اللہ سمجھتے تھے۔ عرب کی توین خانہ کعبہ کو اپنا زیارت گاہ جانتی تھیں اور احرام باندھ کر وہاں جاتی تھیں اور سر نہ اتنی بال کٹواتی تھیں اب زمرم وہاں سے لاتی تھیں جیسا کہ اہل اسلام میں اب تک رائج ہے۔ اہل ہندو نے انکی جگہ مردوار مقرر کیا جو بعینہ بیت اللہ کا ترجمہ ہے۔

یہ بھی وہاں بال منڈاتے اور احرام باندھتے اور گنگا جل کی شیشیان وہاں سے بھر کے لاتے ہیں۔ پہلے یہود۔ نصاریٰ زکوٰۃ یا صدقے کے مال کو باہر نکال کر رکھتے تھے ایک قدرتی آگ کا شعلہ اُنکو جلادیتا تھا اہل ہنود نے اُنکی جگہ ہوم قائم کیا جو اتنا کُنکے یہاں ہوتا ہے اور صد ہا من گھی تیل۔ غلہ وغیرہ آگ کی نذر کیا جاتا ہے۔

بیاس جی جو ہید کے مصنف ہیں انھوں نے ایران میں جا کر مذہب زردشت اختیار کیا اور یہاں آگ کا رواج دیا جسکی تصدیق پارسیوں کی کتابین کرتی ہیں۔ جب سے اہل ہنود آگ کو آگن دیوتا کُنکے لگے اور راجپوتانے میں عام و خاص آگ کو باس دیو کہتے ہیں۔

یہ سب گل کھلایا ہوا اُسی عقیدہ تثلیث کا ہے۔ بعض قصے بھی اُنکے اہل کتاب کے قصوں سے ملتے ہیں ہرناکسش اور پہلاد کا قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور غرود باؤنا کے قصے سے شہادت نام رکھتا ہے اور اُسی واقعہ کی یادگار مہولی کا تہوار ہے جسکی صورت امتداد زمانہ اور جہالت کی وجہ سے کچھ کی کچھ ہو گئی ہے۔

ایسی ایسی مذہبی باتیں بتلا رہی ہیں کہ مغربی ملکوں کے میل جول سے جو کسی زمانے میں تھا برہمنوں نے وہی عقائد اس ملک میں جاری کر دیے اور انہیں کسی قدر رد و بدل کر دیا۔

تناخسجسکو آواگون کہتے ہیں یونان کے دہریوں کا مسئلہ تھا جو اہل ہنود نے اختیار کر لیا اُسی طرح جس نفس بھی انہیں سے بعض کا شیوہ تھا جو یہاں رواج پا گیا اور اُنکو عبادت تصور کر لیا جس پر آجکل کے آریہ زور ہے۔

اہل ہنود کی بہت سی باتیں یہود و نصاریٰ اور زردشتیوں سے ملتی ہیں۔

یہود و نصاریٰ نے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنایا تو اہل ہنود بجائے اُنکے اوتار مقرر کر لیے کہ خود ذات باری نے حلول کیا ہے اور سرکشوں کی تہنیت کے لیے جنم لیا ہے۔

یہ خیال اور یہود و نصاریٰ کا عقیدہ دراصل ایک ہے۔

لطف یہ ہے کہ خود نصاریٰ کے علماء اس مسئلے میں حیران ہیں اور وہ کوئی دلیل اسکی اپنے پاس نہیں رکھتے صرف آباؤی تقلید سے اسکی پابندی کرتے ہیں۔ زیادہ افسوس دانا یاں فرنگ کی دانائی پر آتا ہے جنھوں نے ادنیٰ حالت سے اعلیٰ درجے کی ترقی کی ہے اور وہ اپنی کتابوں اور تاریخوں کے دیکھنے سے تجربہ کار اور واقف کار ہو گئے ہیں کہ اس آباؤی تقلید کی وجہ سے انکی قوم نہایت تاریکی میں پڑی ہوئی تھی اور علی العموم ہمارے باطلہ میں مبتلا اور رسم کی پابند تھی جب تک ان عقائد موہومہ جاہلانہ کو ترک نہیں کیا گیا ترقی کا زینہ ہاتھ نہیں آیا۔

دنیا کی اصلاح انھوں نے خوب کی دولت و عزت میں آج وہ تمام قوموں سے سبقت لے گئے ہیں مگر مذہب میں ہنوز انکا قدم پیچھے ہے۔

سب باتوں میں اپنا طرز آباؤی بدل دیا نہ وہ کھانا ہے نہ وہ لباس نہ اگلا طریق معاش جو بات ہے نئی وضع اور نئے انداز کی لیکن نہ ہی خیال وہی چلے جاتے ہیں اور ٹرلیٹ کے باطل عقیدے پر بلا دلیل جمے ہوئے ہیں۔

یہ غور نہیں کرتے کہ یہ عقیدہ شرک کا ہے جس سے مذہب باطل ہوتا ہے خداوند تعالیٰ کو جب تک وحدہ لاشریک نہیں تسلیم کیا جائیگا دین حق نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔

دوسرا عقیدہ جو یہ ہے کہ بدون تین کے واحد کا وجود نہیں ہو سکتا جیسے ایک کا ہندسہ کہ وہ دراصل ایک ہو مگر اس میں طول اور عرض بھی ہے اسی طرح خدا سمجھو کہ وہ خود اور مسیح اور روح القدس فی حقیقت ایک ذات ہے۔

یہ عقیدہ اور پہلا عقیدہ نفس الامر میں تو ایک ہے ظاہر اسکی شکل جداگانہ معلوم ہوتی ہے ورنہ یہ عقیدہ پہلے عقیدے کی ایک دلیل ہے ہاں اتنا تفاوت ضرور ہے کہ وہاں تین وجود علیحدہ علیحدہ تسلیم کیے گئے ہیں اور یہاں ہر سہ وجود کا ایک وجود مانا گیا ہے



اوسمجھانے کے لیے ایک مثال دی گئی ہے جس میں صریح مغالطہ ہے کہ ایک کے واسطے صرف طول اور عرض کو لازم کر کے محدود کر دیا جائے گا۔ اسی پر حضرت نہیں ہو سکتا جس شے کے لیے طول اور عرض کو لازم کر کے اُس کے واسطے جسم اور جہت اور مکان اور زمان اور رنگ اور وضع بھی از روئے فطرت مانتی پڑے گی صرف تین پر حضرت نہیں ہو سکتا۔

جو یہ خیال گذرے کہ اگر خداوند تعالیٰ کو ہم واحد ہی تسلیم کریں اور اُس کی ذات کو بیٹا اور روح القدس سے پاک اور منفرد سمجھ لیں تب بھی از روئے فطرت یہ قباحت جو اوپر بیان کی رفع نہیں ہو سکتی اور ہمنے تو تین پر ہی حصر کیا ہے مگر زیادہ معبود ماننے پڑینگے۔

لیکن جس حالت میں ذات باری تعالیٰ کو آپ تسلیم کریں گے کہ وہ بالکل فطرت انسانی و حیوانی و انجادی سے پاک۔ مبرا اور نرالا ہے اور وہ ذات ہی اسطرح کی ہے کہ جو ہمارے وہم اور گمان سے اعلیٰ ہے جس قدر اجسام ہماری نظر سے گذرتے ہیں وہ بات کسی ایک میں بھی نہیں پائی جاتی اور ہر کو اس قدر فہم نہیں کہ اگر اُس کی حقیقت ہمارے ذہن نشین کی جائے تو ہمارے قیاس اور ادراک میں وہ آجائے۔

آفتاب اور شعلے کا مٹھی میں آنا اور سمندر کا کوزے میں سمانا جیسا ناممکن ہے ایسا ہی ذات باری تعالیٰ کی ماہیت ہمارے ادراک اور وہم اور قیاس میں آنی محال ہے۔

دنیا میں اُس کا سا کوئی جسم اور کوئی شے ہم نہیں دیکھتے اُس کی ذات تو اُس کی ہی ہے اُس کے اوصاف پر نظر کرو کہ وہ کن اوصاف سے موصوف ہو تو یہ خدشہ دل سے رفع ہو جائیگا۔

حکم اُس کا ایک وصف ہو اور یہ وصف انسان میں بھی ہے مگر خداوند تعالیٰ کے حکم کے روبرو انسان کا حکم بالکل نے حقیقت ہو۔

آدمی کیسا ہی حلیم اور بزرگوار کیون نہو جہاں اپنے کسی مطیع اور فرمان بردار کو خلاف حکم کچھا اور غضب میں آیا خداوند تعالیٰ لاکھوں نافرمانیاں ہزاروں سیہ کاریاں آدمیوں کی ہر دم دیکھتا ہے اور ویسے ہی انعام اور اکرام کیے جاتا ہے اور غضب میں نہیں آتا۔

خداے راست مسلم بزرگوار ہی حو سلم | کہ جرم بیند و نان برستار میدارد  
 رحم اسکا اس درجہ وسیع ہو جسکی انتہا کسی نے نہیں پائی ادنیٰ اسکا یہ ہو کہ اگر  
 اس سے التجا کے ساتھ طلب کرو تو وہ خوش ہوتا ہے اور جو نہ مانگو تو نہ مانگنے سے  
 ناراض ہی معنی رحمن کے ہیں۔

غفور اتنا بڑا ہے کہ جس قصور میں کسی کو پکڑ کر اسکی مغفرت کر گیا تو وہ مغفرت ایسی ہوگی کہ  
 پھر کسی کو اس گناہ میں ماخوذ نہیں کر گیا۔

علیم اس درجہ ہے کہ ہر ایک وقت میں سورج۔ چاند۔ زمین۔ آسمان۔ عرش و کرسی  
 اور مافیہا کے جملہ حالات سے بھی کما حقہ علم رکھتا ہے اور کھڑے جو زمین پر چل رہے ہیں  
 اُنکو بھی جانتا ہے اور اُنکی آرزو کا علم رکھتا ہے۔

قادرا اتنا بڑا ہے کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو صرف یہی فرما دیتا ہے کہ ”ہو جا“  
 جسکے فرمانے کے ساتھ فوراً وہ کام ہو جاتا ہے۔

غرض کہ اسکے اوصاف میں ہی ہماری عقل حیران اور پریشان ہے جب صفات ہی اسکی ہماری  
 خرد میں نہیں آسکتیں تو ذات میں ہم کیا گفتگو کر سکتے ہیں۔

”تو کا زمین رانکو ساختی | کہ با آسمان نیس پر دختی“

صفات تو صفات انسان اسکی ادنیٰ مخلوق کی حقیقت دریافت نہیں کر سکتا۔  
 یہ اُنکی انتہا درجے کی جسارت ہے کہ وہ ذات الہی کی حقیقت دریافت کرنے کے درپے  
 ہو جاتا ہے اور اپنی صلیت پر نظر نہیں کرتا ہے اور یہ نہیں جانتا ہے۔

”کہ خاصان درین رہ فرسز اندہ ام | بلا اھسی از تاک فرو مانده اند“

اُسے دیر تک پئے تو ز آخان	عقائے نظریات پر دانا	فکر تو بدل خیال بگداخت
اوج تو ز مرغ بال بگداخت	دانا کہ بخت نہ اداست	برکت نگر شعلہ تار موست
این مرحلہ گرچہ دل نشینست	ہشدار کہ بادش آتشینست	توحید تو ہر کہ راندہ قریل

برمورچہ زو عمار فی میل	گرد و نظر کند بدن سو	مژگان زندهش طمانچہ
ذات صفت صفت گرفتہ	حیرت رہ معرفت گرفتہ	

اسی واسطے اُسکو ”سہو“ کہا جاتا ہے کہ وہ سبے علیحدہ اور نرالا ہے۔

ایسا یقین کرنے سے کوئی ضرورت نہ ہو کہ اُسکے جسم اور جسم اور طویل اور عریض ماننے کی پڑتی ہے اور نہ مکان اور زمان اور جہت اُسکے لیے لازم ہو سکتی ہے۔

کیونکہ وہ وجود ہی فطرت سے نرالا ہو فطرت تو اُسکی مخلوق ہے اور وہ خالق۔

اس سے جب ہم یہ سمجھ لینے کہ اللہ کی ذات موافق فطرت کے نہیں ہے اور فطرت خود مخلوق ہے اور وہ اس قاعدہ فطرت سے علیحدہ اور نرالا ہے تو اس پر ہم وہ خلقی قاعدہ جو از رو فطرت دیگر اجسام پر چلاتے ہیں نہیں وارد کر سکیں گے اور یہ جانینگے کہ وہ ذات ہی ایک نرالی ذات ہے جس کا نہ کوئی شریک ہے نہ عدیل نہ اُسکے باپ ہے اور نہ وہ کسی کا باپ اُسکو عورت کی ضرورت ہو نہ کسی مرد کی اُس وقت دل خود بخود ہی اقرار کرے گا کہ ”بس جانک لا شریک یا ہو“ اس خیال سے کوئی نقصان عائد نہیں ہو سکتا۔

اُس لیے کہ خداوند تعالیٰ جو خالق کل موجودات کا ہے وہ ایسا ہی ہونا چاہیے کہ نہ اُس کا کوئی نظیر ہو نہ شریک۔ اگر ہم یہ تسلیم کریں گے تو نظیر اور شریک ہونے کا ثبوت ہو کر دنیا پر لگا جو قطعی محال ہے اور اُنکے اختیارات اور اُنکی جداگانہ قدر میں تسلیم کرنی پڑے گی۔

خداوند تعالیٰ کا کوئی نظیر ہوتا تو آسمان زمین آتے عرصے تک ہرگز قائم نہ رہتے وہ مقابل کا حریف اُنکو تہ وبالا کر دیتا یا دوسری جگہ اُٹھا کر لیجاتا اور جو کوئی خدائی میں شریک ہوتا تو وہ دنیا کا رخا نہ ضرور ظاہر کرتا یہ عالم اس طرح سے ہرگز برقرار نہ رہتا۔

ایک پوری صاحب کسی نے پوچھا کہ مسیح علیہ السلام خدا کا بیٹا سپوت ہے یا پوتہ ہے یا کوہ ہے۔ اگر سپوت ہوتا تو اس سے بہتر عالم بنا کر دکھاتا اور باپ کے کاخانے کو ترقی دیتا مگر عالم بہتور ہو اس سے معلوم ہوا کہ وہ سپوت نہیں۔

جو پوت تسلیم کریں تو پوت کے واسطے یہ لازم ہے کہ باپ کی برابر کر کے دکھلائے مسیح علیہ السلام نے کوئی عالم بنا کر نہیں دکھلایا باپ کے ہی مکان میں اقامت کی اور باپ کے ہی سراپہ سے زندگی گذاری اس سے ظاہر کہ وہ پوت بھی نہیں ہے۔

تیسری صورت کا بٹیا کپوت ہوتا ہے جو باپ کے کارخانے اور سرمائے کو درہم برہم کر دے سو یہ کارخانہ دنیا کا ویسے ہی چل رہا ہے اور جہان قائم اور برقرار ہے اس سے ثابت ہوا کہ مسیح علیہ السلام کپوت بٹیا بھی نہیں ہے۔

آب فرمائے کہ مسیح علیہ السلام جسکو آپ خدا کا بٹیا قرار دیتے ہیں کیسے بٹیا ہو سکتا ہے۔

یہ وہ دلال مسئلہ الجواب تھا کہ پادری صاحب کو بچہ سکوت کے کیا جواب آ سکتا تھا۔

میسٹر جو یہ عقیدہ ہے کہ دنیا میں بندہ کی مغفرت اور نجات کے لیے خداوند تعالیٰ نے اپنے بیٹے مسیح علیہ السلام کو بھیجا کہ وہ کفار و سبکے گناہوں کا ہوبابے تاکہ جو سپرمان لائین اُن کو وہ بخش دے۔

یہ خیال بھی فطرت کے خلاف ہے کیونکہ دین از روئے فطرت ہے اور خاص غرض دین کی یہی کہ سب بنی نوع انسان خدا کو مانکر اس کا خوف کریں اور گناہ سے بچتے رہیں کیونکہ نظام عالم جیسی قائم رہ سکتا ہے کہ علی العموم مذہبی خیال لوگوں کو ہو ورنہ اس خیال کے نہ رکھنے سے نہ دنیا میں امن ہو سکتا ہے اور نہ مخلوق کو آسائش۔

اسی خیال نے یہ سب باتیں کر رکھی ہیں جس سے دنیا میں یہ ہمارا رہی ہے اور لوگ اگرچہ مختلف مذاہب رکھتے ہیں مگر قتل۔ چوری۔ زنا کاری۔ دغا فریب کو سب گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں۔ وہ کیا چیز ہے جس نے اُنکے دل میں ان امور کو جرم قرار دیا ہے وہ خیال صرف عاقبت کا خیال ہے جو انکو خوف دہ کر رہا ہے اور وہ گناہوں کے انکاب سے ڈرتے ہیں۔ اسی پر امن خلاق کا مدار ہے۔

جب لوگ یہ سمجھ لیں گے کہ ہمارے گناہوں کا بار مسیح علیہ السلام نے اٹھالیا ہے تو اُن کو گناہ

کرنے کی جرات ہوگی اور وہ گناہ کرتے ہوئے ہرگز خوف نہیں کریں گے ملک میں کثرتِ ارادہ سے فتنہ اور فساد پھیل جائیگا امن و آسائش نام کو زبیلی۔

قدرت نے جو مذہبی خیال جسکے دل میں الہ ہے وہ باطل ہو جائیگا اور نظامِ عالم میں بھی برہمی پڑ جائیگی۔  
تین مذہبِ صمیمیت اور گنگاری سے لوگوں کے دل کو طینان لاتا ہے وہ مذہبِ عینِ فطرت کے خلاف ہے۔  
کیونکہ اقتضائے فطرت یہی ہے کہ کوئی کسی کا بارگاہ نہیں اٹھا سکتا۔

کرے کوئی اور بھرے کوئی محض انصاف کے خلاف ہے۔ یہ مسئلہ ایجاد بندہ ہی ایسا دینِ خدائی دین نہیں ہو سکتا جسکا بطلان ظاہر۔

## ”رسالت“

رسالت

### دوسرا اصول مذہب کا ”رسالت“ ہے

تجربے سے معلوم ہوا کہ عقل جو قدرت نے ہم کو عطا کی ہے وہ ایک ایسا چراغِ روشن جسمِ مین ہے جو ہم کو ہر ایک تاریک اور نورانی جسم کی جان ہماری نگاہ نہیں پہنچ سکتی دیگر جوں پہنچ سکتے ہیں خبر دیتی ہے ہر ایک نیکے بد کو اس کے ذریعے سے دریافت ہوتا ہے۔

جو امر ہنوز ظہور میں نہیں آیا اسکی صورت بنا کر عینِ آنکھوں کے سامنے کھڑی کر دیتی ہے کہ اگر ایسا کرو گے تو ایسا ہوگا۔

وہ ہم کو نیکی کی جانب رجوع کرتی ہے اور بدی سے ہم کو بچاتی ہے۔

اس میں اور اس میں ہر شے میں جو ہم کو بدی کی جانب رغبت کرتی ہے ہمیشہ اختلاف رہتا ہے جب یہ غالب ہو جاتی ہے تو ہم اُس ہی سے محفوظ رہتے ہیں ورنہ اُس خواہشِ نفسانی میں مبتلا ہو کر گناہ گار اور مجرم ہو جاتے ہیں۔

اس عقل کا فطرتی خاصہ یہ ہے کہ وہ جہان تک ممکن ہو آدمی کی اصلاح اور تہذیب اور شائستگی

اور بیہودی میں کوشش کرے اور اُسکو خداوند تعالیٰ کی نافرمانی اور گنہ گاری سے بچائے۔  
اگر یہ چراغ روشن آدمی کے جسم میں نہوتا تو یہ محض نکتہ اور ناکارہ تھا۔

جب اس میں فرق آجاتا ہے تو آدمی دیوانہ ہو جاتا ہے اور کچھ بھی اپنائیکہ نہیں سمجھتا نہ اپنے مال کی حفاظت کا اُسکو خیال ہوتا ہے نہ جان کے تلف کرنے کا ملال۔

عزت۔ دولت۔ راحت۔ کلفت۔ ذلت کسی کی جانب بھی اُسکی نظر نہیں رہتی  
در اصل عقل ہماری نہایت درجہ محافظ اور صلاح کار اور اعلیٰ درجے کی مفید مطلب چیز ہے۔  
لیکن جہاں اس میں تمام خوبیاں اور ستر پانچویں ہین وہاں اتنا نقص بھی اُسکو لگا ہوا ہے کہ  
یہ خطا سے محفوظ نہیں۔

کیسا ہی عقلمند اور ذکی اور فہیم ہو مگر کسی نہ کسی وقت وہ ضرور خطا کھا جاتا ہے اور کوئی ملے  
ایسی دیتا ہے جسکا نتیجہ نہایت ہی مضر اور خراب نکلتا ہے۔

یونان کی عقل نہایت مشہور اور مسلم ہے بطریق **س** ہائیکے حکما میں اعلیٰ درجے کا  
عقل مند اور دانا حکیم ہوا ہے جسکے قلم **افلاطون** اور **ارسطو** جیسے مشہور و نامی  
فلاسفہ ہو گزرے ہیں اسکی رائے تھی کہ زمین ساکن ہے اور آسمان کو گردش ہے۔

یہ عقیدہ تمام دنیا میں پھیل گیا اور ہزاروں برس تک لوگ اسی بات کے قائل رہے اور زمین  
کے سکون اور افلاک کی گردش پر صد ہا رسالے تصنیف ہوئے اور مہنوز بھی کروڑ ہا آدمی  
اسی پر سچے ہوئے ہیں۔

بعد میں جو ایک حکیم حاذق اُسی ملک یونان میں **فیثاغورث** ہوا تو اُسکی عقل بطریق **س**  
کے خلاف اس جانب گئی کہ زمین آفتاب کے گرد پھرتی ہے اُسنے اس طرح سے دلائل روشن کئے  
ساتھ اس مسئلے کو لوگوں کے ذہن نشین کیا کہ بہت آسانی سے لوگ سمجھ کر حیران رہ گئے اور  
خداوند تعالیٰ کی اس قدرت کو دیکھ کر انکی عقل دنگ ہو گئی اور کوئی تردید عمدہ براہین کے  
ساتھ اُسکے دعویٰ کی وہ نہیں کر سکے۔

اُسکے بعد جو حکما ہوئے سب نے فیثا غورث کی رائے کو پسند کیا اور بطلمیوس کی رائے کو باطل۔ اس سے معلوم ہوا کہ عقل خطا سے محفوظ نہیں ہے اور جسکے واسطے فطرتی خطا لگی ہوئی ہو کہ وہ غلطی بھی کرتی ہے تو اس پر اعتماد کامل نہیں کیا جاسکتا۔

دنیا میں کوئی عقل مند یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میری عقل کبھی خطا نہیں کرتی نہ آج تک کسی نے یہ دعویٰ کیا۔ جس حالت میں عقل کی کیفیت ہو کہ وہ خطا سے محفوظ نہیں اور روح کی شائستگی اور تہذیب کے لیے دھرم یعنی دین لازمی ہے تو روح کو صرف عقل کے بھروسے پر چھوڑنا اور دین کا مدار عقل پر رکھنا خلاف فطرت تھا۔

کیونکہ جس حالت میں عقل کی نسبت غلطی کا احتمال ہے اور مذہب ایک امر غیبی اور اسرار الہی ہے تو لازم ہوا کہ کوئی چیچر عقل کے سوا انسان کی روحانی صلاح کے لیے ایسی ہونی چاہیے کہ جو خطا سے محفوظ ہو اور وہ ایسی چیز ہو جس میں کوئی احتمال کسی قسم کا باقی نہ رہے اور وہ منجانب اللہ ہو تاکہ اُس کو سب آدمی محکم سمجھ کر یقین کریں اور اس کا اتباع کرنے سے حیات جاودانی کا لطف اٹھائیں۔

اُسکے واسطے قدرت نے بندہ کی روحانی صلاح کے لیے رفع حجت کی غرض سے الہام کا قاعدہ مقرر فرمایا جس میں خطا کا احتمال تک نہیں ہے۔

اسی کا نام پیام الہی اور اسی کا نام وحی ہے پھر جیسا یہ پیام خالص اور خطا اور جملہ عیوب سے پاک و صاف تھا اُسکے واسطے مقتضائے فطرت لازم ہوا کہ جس پر وہ پیام نازل ہو وہ بھی از روئے فطرت نہایت سچا اور خالص اور سنجیدہ انسان ہو جس میں گناہ اور ناقضاتی کا فطرتی اثر نہ ہو ورنہ خدا کے احکام پہنچانے اور اُسکی اشاعت کرنے میں ہر دم ساعی اور قوم کا بچاؤ و دل ہوا خواہ اور سچا ریفارمر ہو۔

وہ کسی ذاتی غرض سے غرض نہ رکھتا ہو خالص خدا کے واسطے لوگوں کی تہذیب اور روحانی اصلاح کرتا ہو وہ خود مقدس ہو یا مآذر ہو معصوم ہو۔

خداوند تعالیٰ کے احکام کا پورا پابند اور جملہ گناہوں سے پاک اور منزه ہوا اور ان احکام کی تعمیل میں خواہ اُس کے مال کا خواہ اُس کے اہل و عیال کا یا اُسکی جان کا گو کیسا ہی نقصان ہو اور اُسکو قوم کیسے ہی عذاب دے قسم قسم کے مصائب اُسکو اٹھانے پڑیں خواہ کوئی اُسکو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دے یا اُسکے گلے پر چھری پھیر دے مگر وہ اُس کلمہ حق سے باز نہ ہے۔ تمام دنیا اور اُسکی جملہ کائنات کی رائی کے دانے کی برابر بھی اُسکی نگاہ میں وقعت نہوے۔

ایسے شخص مقدس کو قدرت نے فطرت کی رو سے اُس الہام اور وحی کے لیے منتخب کیا اور وحی سے اُسکی تصدیق فرمائی کہ ”یہ ہمارا نائب اور برگزیدہ بندہ ہے جو کہ اُسکو صوفی اور بسر و چشم منظور کرو۔“

”اگر اسکا حکم نہیں مانو گے او دو سرفرنکے کہنے سننے کی ملوثی اُسکے خلاف میں ہو گے تو آسمانی عذاب نازل ہو گئے“ ”دنیا میں رسوائی اور بلا اور آخرت میں دائمی عذاب یا جاہلیگا اور روسیہ ہو کر میدان حشر میں پکڑے ہوئے آؤ گے اور جو اطاعت اور فرمانبرداری کرو گے تو دنیا میں عزت کے ساتھ بسر کرو گے اور عاقبت میں حیات جاودانی اور عیش و کامرانی کا مزہ اور لطف اٹھاؤ گے۔“ ”ایک ایسے عمدہ اور پاکیزہ عشرت منزل میں مکور کھا جاہلیگا کہ جسکے آرام اور عیش کا لطف تمھاری عقل میں بھی نہیں آسکتا ہے۔“

”فرمان بردار بندوں کے واسطے جسقدر آرام اور عیش کی زندگی اعزاز کے ساتھ بعد مرنے کے ہے ویسا لطف اور عیش نہ آجک کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ قانون نے سنا اور نہ کسی کے دل میں ایسا خیال گذرا۔“

قدت نے اپنے ایسے منتخب و چیدہ اور برگزیدہ کلوب رسول و نبی کا ازسے وحی عنایت فرمایا معجزات اور فطرتی اثر نے شہادت دیدی کہ یہ وہ مقدس اور بزرگ لوگ ہیں جو وحی کے لیے منتخب کیے گئے ہیں۔

جس وقت آدم علیہ السلام کا ظہور دنیا میں ہوا اسکے ساتھ ہی وحی کا نزول کیا گیا۔



آدم علیہ السلام جن سے نسل انسان کی چلی اور جنکو مذہبِ ثلاثہ آدم اور موسیٰ آبا و اور مشرکین آدا اور مہا دیو کہتے ہیں بہشت سے نکالے گئے تھے۔

اگرچہ مشرکین اس طرح سے حضرت آدم علیہ السلام کے دنیا میں آنے کی تصدیق نہیں کرتے اور اس بارے میں انکے مختلف اقوال ہیں لیکن یہود۔ نصاریٰ۔ مسلمان اس پر متفق ہیں اور انکی آسمانی کتابیں اسکی مشاہدہ۔

یہ آدم علیہ السلام سب پہلا انسان پہلا نبی پہلا رسول اور سب آدمیوں کا باپ ہے جو اس وقت مے زمین پر ہیں اور ابتداءے آفرینش انسان سے اب تک گزر چکے ہیں۔

یہ ضرور ہے کہ جس شخص نے نماز جنت کا لطف اٹھایا تھا اور وہ فلک الافلاک کی سیر کرتا تھا اور مسجد ملائک تھا جس میں تودہ خاک پر بیٹھا گیا ہوگا تو کیسا کچھ صدمہ اور غصہ کا حادثہ اُسکے دل پر نہ ہوا ہوگا ایسے وقت میں جب تک پیام الہی نے اُسکو اسی مقام کے ملنے کا مژدہ نہیں سنایا ہوگا اُسکا غم فرو نہیں ہوا ہوگا۔

اس واسطے اول وحی اُسپر ہی نازل ہوئی کہ ”آئندہ ہماری ہدایت پر جو ہم وحی اور الہام کے ذریعے سے وقتاً فوقتاً نازل کرتے رہینگے تو اور تیری اولاد عمل کریگی تو ہی تمام پھر ہمیشہ کے لیے اس طرح نصیب ہوگا کہ وہاں سے کبھی نکالے نہیں جاؤ گے سو چند روزہ اُس قیام نبوی میں بکرب صبر کرو اور دنیا میں جو ساگ پات۔ غلہ وغیرہ کاشتکاری کے ذریعے سے حاصل کرو گے وہی تمہاری غذا ہے جو تو۔ جو تو۔ کھاؤ اور کھاؤ۔“

اگر اس وقت وحی یہی نہ کرتی تو آدم علیہ السلام کے کھانے پینے رہنے سنے کا کچھ بھی ہندو بہت نہ تھا۔ اسی وحی نے غلے کا بونا زمین کا جو تنا۔ پینا۔ پکانا سب تعلیم کر دیا۔

پھر جب زمین پر آدمیوں کی کثرت ہو گئی اور دنیوی امور میں ایجادیں ہونے لگیں اور خود آدمی اپنی عقل خدا واد سے انتظام تمدن کرنے لگے اور بندے خداوند تعالیٰ کی نافرمانی کی جانب مائل ہونے لگے اور فطرتی اصول کے خلاف وہ بت پرستی کرنے لگے اور بعض یہاں تک

سرکش ہو گئے کہ وہ اپنے جاہ و حشم پر مغرور ہو کر اپنے کو خدا کھلانے لگے تو اس وقت وحی پہ نافرمانی اور سرکشی کے دور کرنے کے لیے خاص روحانی صلاح کے واسطے نازل ہونے لگی۔ جسکی فرمانبرداری کوئی فریق ہمیشہ کرتا رہا اور وہی فریق فرمان بردار اور خدا پرست کہلایا باقی فریق جو اس کے خلاف میں ہے وہ منکر اور نافرمان کے نام سے نامزد ہوئے اور پھر انہیں بہت سے فریق ہو گئے اور نفاق بڑھتا چلا گیا۔

باہمی فساد اور غورنیزی نے یہ تفرقہ ڈالا کہ بنی نوع انسان جو سب کو ایک باپ کا بیٹا سمجھتے تھے ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگے اور ایک فریق دوسرے فریق کو غیر جنس خیال کرنے لگا۔ امتداد زمانے نے وہ برادرانہ رشتہ منقطع کر کے تقلید آبائی کو مذہب اور قوم بنادیا جسکو جہالت نے رنگ بے رنگ کے جلوئے سے وہ رنگ یا جسکی صورتیں اور طرزیں آج ہزاروں قسم کی ہم نیامیں نکھیر رہی ہیں یہ ہے روحانی خاک جسکی سطر سے خاک گھر گھر اڑائی جا رہی ہے اور اسکو مذہب حقانی اور سچا دھرم یقین کیا جا رہا ہے۔

جب لوگ حقیقت سے دور ہو کر آبائی تقلید پر جم گئے اور بغیر وقت کے فرمان کو وہ اپنی ضد اور سرکشی سے جھٹلانے لگے اور اسکی جان کے لاگو ہو گئے اور یہ وتیرہ انھوں نے اختیار کر لیا کہ آبائی طریق گو کیسا ہی خراب۔ ذلیل۔ بیودہ اور محض جھوٹا ہوا سکوہرگز ترک نہیں کرنا چاہیے نہ اسکی تحقیق کی ضرورت ہے اور نہ تفتیش کی حاجت اپنے وہم اور گمان سے جو بزرگوں نے شیوہ اختیار کیا ہے وہ مسلم اور قطعی فرمانِ ناطق ہے۔

ایسی حالت میں وہ گمراہ اور سنے دین کیسے نہوتے اصل گمراہی کا سبب ہی خیال ہے جس کا نام تقلید آبائی ہے۔

اگر سب لوگ اس ناقص خیال کو چھوڑ دیں اور باپ و دادا کے قدم بقدم چلنے کی پیروی نہ کریں تو بہت جلد اور بکثرت راہِ راست پر آجائیں اور اس گمراہی سے جتنے امکانی وجہ کو مکرر اور خراب کر رکھا ہے نجات پائیں۔

یہ بحث معنی کتاب المہدیٰ میں بھی کی ہے۔

تقلید آبائی کا خیال سب فریق میں ہے لیکن ان لوگوں نے جو مذہب کو نہایت ہی اہم اور حیاتِ ابدی کا ذریعہ جانتے ہیں انکی نیقت کو دریافت کیا ہے۔

انکو خداوند تعالیٰ پر یقین ہے کہ بعد مرنے کے ہم اسیکے روبرو پیش کیے جائیں گے اور وہ ہم سے سب طرح کا مواخذہ کرنے والا ہے جسکے روبرو کسی قربت کسی کی حمایت کچھ فائدہ نہ دے گی جو عذابِ ثواب ہو گا وہ بھگتنا اور اٹھانا پڑیگا۔

تقلید آبائی کی برابر کوئی دشمن انسان کا نہیں ہے اسنے لاکھوں کو غارت کر دیا کروڑوں گھر برباد کر دئے ملک کے ملک تہس نہس ہو گئے۔

آدمی کو آنکھیں دی گئیں عقل دی گئی ہوش و حواس سب سی غرض سے قدرت نے دیے ہیں کہ یہ دوسروں کے بھروسے پر نہ رہے اپنی سعی اور محنت سے فوائد دارین حاصل کرے۔

جسکو یہ سمجھ ہے وہ ہرگز اس آبائی تقلید کے دام فریب میں نہیں آتے ہیں فوراً اس سے کنارہ کر کے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور شب و روز انکے خیالات عالم بالا کی جانب لگے رہتے ہیں جیسا کہ مسافر بارگاہی کو چلنے کے وقت کے انتظار میں دیکھتا ہے اسی طرح یہ بھی اپنے قوی پر کبھی اعضا پر کمین ہون کی سفیدی پر کمین بدن کے ضعف پر نظر کر کے امداد ہوتے ہیں کراہ انگلی میں زیادہ وقفہ نہیں اور جب قدر اُٹسے ہو سکتا ہے وہ اپنا کوئی وقت ضائع نہیں کرتے سفر کی تیاری میں ہر دم مستعد رہتے ہیں اور جو کام کرتے ہیں وہیں کا فائدہ سمجھ کر کرتے ہیں اور ان کو کچھ خیال اور کسی نفع یا نقصان کا نہیں ہے وہ دنیا کے غم اور وحیش کی کچھ پروا نہیں کرتے بڑا فکر انکے دل کو وہیں کا لگا ہوا ہے جہاں انکو ابدالآباد رہنا ہے۔

ایک دراز عرصے تک فرمان بردار بندے رسالت ہی جانتے تھے اور خدا کی توحید اور انبیاء کی رسالت کے وہ قائل تھے۔

پہلا اصول جو قائم کیا گیا وہ یہی تھا کہ ”ایک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔“

اسی اصول کو سب پابند رہنے والے بنائے گئے تھے اور ایک ہی خدا کی پرستش ملنے لگا ہو تی رہی۔ انبیاء کا فریق جو ہر ایک ملک اور علاقے میں پیدا ہوا وہ بھی منادی کرتا رہا کہ خدا سے واحد کی عبادت کرو اور کسی کو اس کے حکم میں شریک مت سمجھو۔

طوائف کا اختلاف فطرتی خاصہ ہے سب سے پہلے اختلاف ان فرمان برداروں میں ان لوگوں نے کیا جو موسیٰ علیہ السلام کے پیروکار تھے کیونکہ اس سے پہلے اختلاف اس فریق میں نہیں پایا جاتا۔

اس فرقے کے اکثر آدمیوں نے اپنی جہالت اور ضد سے حضرت مسیح علیہ السلام کی رسالت سے انکار کیا اور ان کی جان کے دشمن ہو گئے اور اپنے اور عیسائیوں کے عندیہ میں انھوں نے مسیح علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا اور اپنے اختلاف اور انکار پر جھگڑتیں اور دلیلیں قائم کرنی شروع کیں۔

موسیٰ علیہ السلام کو نبی آخر الزمان اور محمد علیہ السلام کو خدا کا بیٹا انھوں نے قرار دیا۔ سب سے اول قانون فطرت کو یہودیوں نے توڑا کہ خداوند تعالیٰ جو کسی کا باپ یا بیٹا ہونے سے متمیز ہے جو شان الوہیت کے خلاف ہے اسکو صاحب اولاد تسلیم کر لیا۔

یہ مسئلہ اور عقیدہ تو پہلے ہی شائع ہو چکا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کو قدرت نے اپنا کر شہنشاہی کے لیے بدون باپ کے پیدا کیا پھر عیسائی کیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیتے۔

انھوں نے بڑے بے باک اور دلائل کے ساتھ علانیہ اس عقیدے کا اعلان کیا اور اپنے عقیدے کو محکم اور مدلل کرنے کے واسطے یہ اجتہاد کیا کہ انبیاء معصوم نہ تھے وہ سب گنہگار اور خطا کار تھے۔

اس لیے لازم ہوا کہ ایسی فتنہ انگیز عالم شہود میں جلوہ گر ہو جو گناہ کی سزاوار اور مرکب جرم کسی طرح نہ ہو سکے سو خدا کا ہی درجہ باقی رہ گیا تھا اس واسطے یہ مغالطہ دیا گیا کہ خداوند تعالیٰ نے انبیاء کو جب معصوم نہ کیا تو بندوں کی ہدایت اور گناہوں کے کفارے کے لیے اپنے بیٹے مسیح علیہ السلام

کو دنیا میں بھیجا اور سب انبیاء پر جنکو وہ رسول اور نبی یقین کرتے تھے الزام لگانے شروع کیے اور وہ قاعدہ فطرتی عصمت کا جو انبیاء کے لیے مخصوص تھا ایک قلم شکست ہو گیا۔

ان لوگوں نے یہ غور نہیں کیا کہ فطرت کی رو سے بیٹا باپ سے بڑھ کر یا شکی برابر ہونا چاہیے اور بھی خدا کا بیٹا تو کسی طرح سے بھی باپ سے کم ہونے کی لائق نہیں ہے اگر ہم یہ عقیدہ رکھیں گے تو خدا کی خدائی جو شرک سے بڑا ہے باطل ہو جائیگی اور ایک خدا کے دو خدا بننے پڑیں گے جو خلاف فطرت ہے۔

پھر عیسیٰ علیہ السلام مان کے پیٹ سے تولد ہوئے کھانا ویسے ہی کھاتے تھے جیسے سب آدمی کھاتے ہیں دیگر حوائج انسانی کی انکو ایسی ہی ضرورت تھی جیسی سب آدمیوں کو ہے گرمی سردی برائے انکو پہنچتی تھی اور بقول یہود و نصاریٰ انکو قوم نے قتل کیا زمین اپنی جگہ پر آسمان اپنے مقام پر اسی طرح سے قائم ہے سورج اور چاند بدستور چلتے اور اپنے اسی انداز پر دورہ کرتے ہیں بیٹے نے اتنا بھی نہیں کیا کہ ایک ستارہ بھی ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دیا کوئی نئی مخلوق بنا کر دکھلا تا یا اس مخلوقات میں کوئی تغیر یا تبدل ہی کرتا خدا کے بیٹے ہونے کی لائق تھے جو کام تھے ان میں سے ایک بھی تو نہیں کیا اور قوم نے ادنیٰ آدمی کی مثال اُس کو گرفتار کر کے سولی پر چڑھا دیا۔

واقعی قانون فطرت خدا کا ہی بنایا ہوا ہے اور یہ کسی کے اختیار میں نہیں ہے اور کوئی اُس کے حکم میں ذرا بھی دخل کسی طرح کا نہیں کھ سکتا وہی مالک اور سب کا خالق ہے۔

مسیحی ایک وقت میں تثلیث کے خیال سے بالکل علیحدہ تھے اور مسیح علیہ السلام کو خدا کا بندہ اور برگزیدہ پیغمبر جانتے تھے۔

ایک عرصے کے بعد یہودیوں کی حقیقت کش اور باہمی معرکہ آرائی نے انہیں یہ خیال ڈال دیا کہ عیسیٰ بندہ نہیں خدا کا بیٹا ہے جسکو بعض بعض جاہلون نے تسلیم کر لیا اور پھر یہ عقیدہ عام ہو گیا۔

یہ امر مسلم ہے کہ عیسائی جو کثرت یورپ کے خطے میں آباد ہیں یک قلم جاہل اور ناتواں تھے ایک ہزار برس کا زمانہ یورپ کا مدظلِ انجمن (تاریکی کا زمانہ) کہلاتا ہے جس میں علوم کی تعلیم

بالکل اٹھ گئی تھی اور جہالت نے ہر جہاں طرف سے اُن کو گھیر لیا تھا۔

علوم سے علیٰ العموم اہل یورپ کو کلی نفرت تھی علم پڑھنا قانون تاجرم تھا اور سب کا یہ خیال تھا کہ علم پڑھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے ایسی حالت میں ایسے پوچھ اور ناقص عقیدے کو زیادہ رواج ہو گیا اور جہالت کے باعث نسلاً در نسلاً یہ اعتقاد جمنا اور پھیلتا چلا گیا۔

جہالت جب غالب ہو جاتی ہے تو وہ انسان کو صلاح سے دور ڈال دیتی ہے اور ناقص خیال اور ناقص عقیدے دلون میں حلول کرتے چلے جاتے ہیں۔

جس حالت میں عیسائی علوم کو چھوڑ بیٹھے تو اُن میں وہ قوت نہ رہی کہ وہ ایسے ناقص خیالات جاہلانہ کو علمی نور سے نفع کرتے مذہب پاک جو نکما تھا وہ مذہب زہا پابندی رسم و رواج ہو گیا۔

پہلے عیسائی خدا کے احکام کے پابند تھے اب وہ تقلید آباء کی کے تابع ہو گئے۔

مذہب کا حال علم سے ہی کھلتا ہے اور ہر شے کی کیفیت علم کے ذریعے سے ہی دریافت ہوتی ہے ناخواندہ آدمی واقعی نصف وحشی ہے۔

کوئی قوم جو جان اس کے سر سے علم کا سایہ علیحدہ ہوا اور اُس قوم پر دوبار آنا واقفیت کی حالت میں یہ ٹھوکرین کھائیگا۔ ہلکیگا اور گمراہ ہو جائیگا اور جب اُس کو بوجھ لاعلمی صلیت کی خبر ہی نہوگی تو ناچار رسم و رواج اور تقلید آباء کی کی پیروی کرنی پڑیگی۔

کچھ عیسائیوں پر ہی منحصر نہیں ہے کہ انہیں اختلاف پڑ گیا اور اپنے مقدس اور خالص دین میں انہوں نے افراط تعریض کر دی اور اپنی خود رائی سے مذہب کے جاہل علمائے اُس کو خراب کر دیا بلکہ یہود۔ مجوس اور اہل اسلام کی بھی یہی حالت ہے کہ ان فرقوں میں جبکہ جہالت نے اپنا دخل کیا ہے اور جبکہ وہ علوم سے دور ہو گئے ہیں اُسی قدر اُن کے مذاہب کو نقصان پہونچے ہیں اور اصلی عقائد میں منسرق آ گیا ہے۔

یہودی اور عیسائیوں میں اس قدر خون ریزیان اور معرکہ آرائیان ہوئی ہیں کہ جسکی نظیر دوسری قوم میں نہیں مل سکتی دفتر کے دفتر لگے جدال قتال کے واقعات سے بھرے ہوئے ہیں۔

جب تک یہودی اپنی سلطنت کو ہمیشہ کے لیے کھونین بیٹھے لڑائی سے باز نہیں ہے یہی حالت میں ایک دوسرے کے غراب اور برباد کرنے اور اپنے دعویٰ کی تصدیق کی غرض سے مذہبی کتابوں میں انھوں نے تحریف کر دی۔

اسی وجہ سے وہ آسمانی کتابیں انکی قابل سند نہیں ہیں اور اسوقت جو توریت۔ زبور۔ انجیل عہد عتیق اور عہد جدید کے نام سے اہل کتاب کے ہاتھ میں ہیں وہ توریت۔ زبور۔ انجیل نہیں ہیں جو موسیٰ علیہ السلام اور داود علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھیں۔

اُن آسمانی کتابوں میں پولوس یہودی نے بالکل رد و بدل کر دی اور یہی دین عیسوی کی خرابی اور بربادی کا بانی ہے جو پولوس مقدس کے نام سے عیسائیوں کے یہاں پکارا جاتا ہے۔

خاص انجیل مقدس عاریون کے کلام سے معمور ہے جو اریون کے کلام کو بھی کلام الہی سمجھتے ہیں۔

بڑی نادانی اور سخت غلطی کی بات ہے کہ جس حالت میں یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا کہ کتب آسمانی جن کلمات کے ساتھ انبیاء پر نازل ہوئی تھیں یہ وہ کتابیں نہیں ہیں اور آدمیوں کی طبع زاد اور ایجاد

ہیں تو اب اُنکے اور پر اعتماد کرنا اور اُن سے نجات کی امید رکھنا اہل یورپ کی دانشمندی سے نہایت بعید ہے اور یہی باعث ہے کہ دو حصے یورپ متحد ہو چلا ہے اور مذہب سے آزاد ہوتا جاتا ہے۔

یہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ یہودی۔ عیسائی۔ مسلمان اپنے اپنے مذہب کو بموجب فطرت

بتلاتے ہیں اور پہلے نوشتوں اور دنیا کی تاریخوں سے ثابت ہو کہ یہ مذاہب قدیمی ہیں اور ان

تینوں مذہبوں میں جیسا اتفاق اور اُنکے عقائد ملے جلے ہیں ایسے اور مذہبوں کے نہیں اور اگر وہ

فطرت ہو تو یہ معلوم ہوتا ہو کہ دین حق انھیں مذہب نہیں ہے اور انھیں کے اصول کچھ دل کو لگتے ہیں۔

باقی مذاہب جو دنیا کے پردے پر ہیں وہ محض لہجہ اور یہودہ ہیں جبکہ فطرت قبول نہیں کر سکتی اور وہ

کوئی مذہبی پابندی نہیں ہے بلکہ وہ ملکی رسم و رواج اور باپ دادا کی لکیر کے فقیر ہیں اور انھوں نے

جو مذہبی تاویل کی ہے وہ انھیں مذہب تلاش کے اصول اور فروع کی تاویل ہے سو وہ مذہب

یہودی اور عیسائیوں کے اول اور دوم اصول کا حال خلاف فطرت ہونا ناظرین کو ملاحظہ بیان باک

معلوم ہو گیا ہو گا کہ وہ دھوکے میں پڑ گئے اور انھوں نے سب سے اعلیٰ مذہبی اصول کو توڑ دیا اور گو انھوں نے بت پرستی اشیا پرستی نہیں اختیار کی مگر عقیدے میں وہ مشرک ہو گئے۔

جن لوگوں کی عقل سلیم اور رائے سنجیدہ تھی اور وہ کتب آسمانی کے نکات اور غوامض کو چھیڑ کر سمجھتے تھے وہ اس بلا میں مبتلا نہیں ہوئے اور انھوں نے اُس قانون فطرت سے جو مذہب کے لیے قدرت نے عطا کیا ہے تجاوز نہیں کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منہ پر پیدا ہونے سے اُنکو کوئی تعجب نہیں ہوا اور وہ سمجھ گئے کہ جس خدا میں یہ قدرت ہے کہ اُس نے ایک جوڑے کو بدو ن مان پاپ کے پیدا کر دیا اُسکے نزدیک منہ پاپ کے کسی کا پیدا کرنا کیا بڑی بات ہے۔

اگر اس سے زیادہ بھی خداوند تعالیٰ اپنی قدرت کا نمونہ دکھلائے جب بھی کوئی تعجب نہیں ہے وہ سب طرح کی قدرت رکھتا ہے۔

اس سے زیادہ حیرت انگیز نمونہ اُسکی شان کبریائی کا دن اور رات ہو کہ جسوقت دن ہوتا ہر کیفیت ہوتی ہے کہ تاریکی کا نام نہیں رہتا تمام عالم ایسا روشن ہو جاتا ہو کہ غور کرنے سے یہ سمجھا جاتا ہو کہ اب یہ روشنی کہیں جاسکتی ہے لیکن چار پہر کے بعد وہ کالی رات ڈرائی یک بیک آ جاتی ہو کہ اُس روشنی کی نمود تک باقی نہیں رہتی۔

یا تو تمام دنیا میں اُجالا اور چل پھل ہو رہی تھی اور سب آدمی چرند پرند وغیرہ اچھل کود کر رہے تھے یا اب ایک سناٹے کا عالم چھایا ہوا ہے اور تمام دنیا میں اندھیر پڑا ہوا ہے گویا کہ کوئی ذی روح نہیں ہے اور دنیا بالکل میران اور ایک لُجڑا جہان ہے۔

اُس وقت ایسی حالت ہوتی ہے کہ یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ اب عالم میں پھر ویسی ہی چمک دمک ہو جائیگی اور وہی بہار اور وہی رونق رفتہ از سر نو پھر آجائیگی لیکن من بارہ گھنٹے کے بعد ایک نئی حالت پلٹ جاتی ہو نہ ستاروں کی چمک کا نشان رہتا ہو اور نہ اندھیرے کا نام۔

یا تو تمام دنیا مردہ پڑی ہوئی تھی یا اب سب جگہ نور کا عالم اور حیوان چرند پرند ایک شور و غل



کر رہے ہیں گویا ابھی زندہ ہوئے ہیں۔

اس طلسم سے جو ہر روز ہوتا ہے کچھ تعجب نہیں ہوتا ایک حضرت مسیح علیہ السلام کے اس طرح سے پیدا ہونے کو انجیل خیال کب کے تیسرے ہوئے ہیں۔

یہ بھی فطرتی خاصہ ہے کہ جس شے کو انسان روزمرہ اپنی نظر سے دیکھتا ہے اس سے وہ تعجب نہیں ہوتا اور نہ عبرت ناک ہوتا ہے کیسا ہی قدرت کا کرشمہ ہوا سکے ہر وقت کے دیکھنے سے مساوات ہو جاتی ہے۔

آدمی کا مزاج پوچھو تو نہایت ہی خوفناک اور حیرت انگیز ہے کہ ابھی چلتا تھا پھر تھکتا ہوتا تھا کھاتا تھا پیتا تھا خوشیاں کر رہا تھا کیا رگی ایسا ساکت ایسا بیوشن ہو گیا کہ کسی بات کی خبر نہیں سب اس کی خاطر روتے ہیں پشیمتے ہیں چلاتے ہیں کسی کی آواز نہیں سنتا۔

یا تو ایک پتے کے کھڑکے سے چونک پڑتا تھا یا اب ایسا بے حس و حرکت پڑا ہے کہ بجلی کا لوکا ہوتا بھی اس کو کچھ خبر نہ ہو۔

ایسی ایسی نشانیاں دنیا میں ہزاروں اور لاکھوں فطرتی ہیں اگر انسان غور کرے۔

جس حالت میں یہودی اور عیسائیوں کے اصل اصول ہی باطل ہیں یعنی توحید اور رسالت تو دیگر عقائد سے گفتگو کرنا محض فضول ہے ”قیاس کن زگلتان من بہار مرا“

نئے شک اہل یورپ علی الخصوص جرمنی اور انگریز دانا ہیں۔ حقیقت میں یہ حق ہیں۔ غیر متلد ہیں۔ حکیم ہیں۔ آزاد ہیں۔ مومن ہیں۔ مبصر ہیں۔ معقول پسند ہیں۔ غرض کہ انسانی قابلیت میں وہ اعلیٰ پایہ رکھتے ہیں مگر مذہب میں نہایت بڑے۔ پورے غافل دنیا پرست اور ملاحقت اندیش ہیں۔

روحانی ترقی میں ابھی تک ان کا قدم پیچھے ہے اس میں انھوں نے سوائے اسکے کہ مذہب کی جانب سے بدظن ہو گئے اور دہریہ بن گئے اور کچھ فائدہ حاصل نہیں کیا۔

ہزاروں لاکھوں کروڑوں آدمی یورپ اور امریکا میں ایسے ہیں کہ وہ کسی مذہب کے پابند نہیں

یورپین

اور اُسکو وہ خیالی ڈھکوسلا سمجھتے ہیں۔

اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ عیسائیت کو نہایت سنجیدہ اور پاک مذہب سمجھے ہوئے تھے جب اُسکے قبائح پر اُنھوں نے غور کی اور اُسکو خلاف فطرت پایا تو یہ گمان کر لیا کہ جب ایسا ناسایتہ مذہب بھی برحق نہیں ہو اور اُسکا اصول فطرت کے خلاف ہو تو اب دنیا میں اس سے بہتر اور برتر کوئی مذہب نہ ہوگا پس یہ عقیدہ مذہبی ہی باطل ہے اور اس بارے میں سعی اور کوشش محض بیکار۔

یہ قطری اثر ہے کہ ابتدا سے جسکو آدمی نہایت معتبر اور سچا سمجھتا ہے اور پھر بہت عرصے کے بعد اُسکا بطلان یقینی ذریعوں سے پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے تو وہ سبکی جانب سے بگمان ہو جاتا ہے اور سمجھ لیتا ہو کہ سب سے پہلے ہی ہونگے کوئی اعتبار کے لائق نہیں ہے وہ بگمانی آنکلی سدا رہا ہو جاتی ہے۔ لیکن اُنکو یہ گرنہیں خیال کرنا چاہیے کہ مذہبی خیال ہیچ ہو اور دنیا میں کوئی مذہب حق نہیں ہے۔ پہلا خیال لانا مذہبی کا مخلصانہ اور بیہودہ خیال ہے جسکو کوئی طبع سلیم نہیں قبول کر سکتی۔

تاریخی واقعات جو بدہمیات ہیں وہ مذہب کی اصلیت کو پکار پکار کر اعلان کر رہے ہیں جنکو اقوام سابقہ نے بڑا اور جھگتا ہے۔

انبیاء سے جو معاملات قوم کے ہوئے ہیں وہ ایسے صاف اور روشن ہیں جن میں کوئی محسوس اشتباہ کا نہیں ہے۔

تک کے ملک اور قوم کی قوم انکی شہادت متواتر رہی ہے۔ اگر مذہب کی کوئی اصلیت نہوتی تو انکی خاطر قدرت اتنے زور کبھی نہ لگاتی کہ اپنی بنائی ہوئی مخلوق کو بوجہ نافرمانی اوّل الحاد کے دم کے دم میں غارت اور برباد کر دیا شہر کے شہر بیستوں کی بستیاں بیکارگی طیامیٹ کڈیں۔ وہ کون لوگ تھے جو اس طرح کے ناگہانی عذاب اور آسمانی آفات سے مائے گئے وہ اسی خیال کے آدمی تھے جو یہ کہتے تھے کہ مذہب کوئی چیز نہیں ہے ایک خیالی اور فرضی امر ہے۔ انبیا اور رسول پے بپے اُنکے پاس آئے اور اُنکو سب طرح سے سمجھایا متنبہ کیا ڈرایا مگر وہ اپنے فلسفی علم کے گھمنڈ پر انکی تکذیب فلسفیانہ وضع سے کرتے رہے جسکے باعث وہ خدا کی قہر

اور غضب کے مورد ہوئے غضب الہی ان پر نازل ہوا اور وہ بے نام و نشان دیتے جاتے رہے اور دائمی عذاب کے سزاوار ہوئے۔

دوسرا خیال کل مذاہب کی جانب سے بدگمان ہونے کا خداوند تعالیٰ پر الزام کا باعث ہے جو الزام سے منزہ اور پاک ہے۔

اسکی تشریح پیشتر ہم کر آئے ہیں کہ جیسے اُس نے جہانی زندگی کے لیے ہزاروں لاکھوں طرح کے سامان اس دنیا میں کیے ہیں روحانی زندگی جو دائمی اور حیات ابدی ہے اُسکے واسطے خداوند تعالیٰ نے کچھ نہیں کیا یہ خیال نہایت محال ہے۔

ایسے لوگوں سے جو مذہب کو نہیں مانتے ہمارا ایک ہی سوال ہے کہ وہ مذہب کو فرضی اور خیالی تصور کرتے ہیں اگر وہ اصلی اور نہایت ضروری امر ہوا تو اُنکے اشغال کا انجام کیا ہوگا مذہبی خیال رکھنے کا نتیجہ بہر حال عمدہ اور بہتر ہے۔

صاحبو! وہ بات اختیار کرو جسکا مال کا تمھارے حق میں بہتر ہوا ورنہ تم کو مرنے کے بعد پتھانا اور افسوس کرنا نہ پڑے۔

اب نوح علیہ السلام جیسا پیغمبر مکو ہدایت کرنے نہیں آئیگا کہ عالم میں طوفان برپا کر دے حضرت ابراہیم علیہ السلام سانہی موجود نہیں جو آگ میں پڑ کر سارے دہریوں اور فلسفیوں کی عقل خاک میں ملا دے۔

جناب موسیٰ کلیم اللہ تمھارے سمجھانے کے لیے کوہ طور سے نہیں آئیگے کہ عسا کا اڑدہا اور جیب سے یہ بیضیا نکال کر تمکو خائف اور متحیر کر دیں۔

جناب داؤد علیہ السلام از سر نو زندہ نہیں ہونگے جو لوہے کو موم کر کے تم کو دکھلا دیں۔

کیا تم حضرت مسیح علیہ السلام کا انتظار کر رہے ہو جن کا نزول ابھی نہیں ہوگا۔

# اسلام

## امر سوم

امر سوم جس پر میں ان اوراق کو ختم کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ ہم کس ذریعے سے آسانی دریافت کر سکتے ہیں کہ یہ مذہب حق ہے۔

تھوڑی سی دیر کے واسطے ناظرین بالکل اس حقیر تحریر کو بہ نظر انصاف توجہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں اور غور کریں کہ جو کچھ ذیل میں عرض کیا گیا ہے وہ از روئے فطرت صحیح ہے یا غلط۔ مختصر طور سے اہل انصاف اور خدا کے ماننے والوں کے روبرو چوتھا مذہب اسلام پیش کیا جاتا ہے۔

فطرت کی کسوٹی پر جیسے دیگر مذاہب پر رکھے گئے ہیں اسی طرح اسلام بھی پرکھا جائیگا۔ اس مذہب کے مدعی بڑے دعویٰ کے ساتھ اسلام کو خدائی مذہب موافق فطرت کے بتلاتے ہیں اور وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام ہی قدیم مذہب منجانب اللہ ہے۔ یہی مذہب حضرت آدم علیہ السلام کا اور یہی حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کا تھا جس میں اب لوگوں نے اپنی نافرمانی سے اختلاف کر رکھا ہے۔

اختلاف فطرتی خاصہ ہے اسی واسطے آدمیوں کی طبائع مختلف ہیں بڑے بڑے داناؤں حکما کی رایوں میں قدیم سے اختلاف چلا آتا ہے۔

اسی وجہ سے آدمیوں کی عقل پر مذہب کو نہیں رکھا گیا اور جن مذاہب کے آدمیوں نے ایسا کیا ہے وہ خدائی مذہب سے دور ہوتے چلے گئے ہیں اور ان مذاہب میں صد ہا عیب کچھ ہیں پس یہ عقدہ صرف عقل کے زور سے حل نہیں ہو سکتا۔

لیکن ہمارا ہادی ہمارا مہر سوائے عقل کے اور کوئی نہیں ہر نیک بد کا حال اسی کی لبت

ہم کو معلوم ہوتا ہے مذہب ہو یا فطرت ان کے حالات واضح اور منکشف کرنے کا آگہ ہمارے پاس عقل ہی ہو سکتا ہے اور اسی سے ہم کو سب جگہ کام لینا چاہیے۔

اس میں شک نہیں کہ عقل غائی سے محفوظ نہیں اور جو چیز ایسی ہے کہ وہ خطا بھی کرتی ہے اور غلطی انکی مسلم اور بدیہی ہے جس کو روزمرہ ہم دیکھتے اور برتتے ہیں تو اُس پر کلی اعتماد اور بھروسہ نہ کیا جاسکتا خاص کر غیبی معاملوں میں اسی واسطے کہ اس سے قطع نظر کے فطرت کو اختیار کیا گیا کہ جو بدیہیات سے ہو اور زمین کوئی احتمال غلطی اور کمی بیشی کا نہیں ہو کیونکہ قادر مطلق نے ہر چیز کو فطرت پر بنایا ہے اور فطرت ہی قانون قدرت ہے۔

اس لیے قدرتی مذہب وہی ہے جو فطرت سے ملتا ہو کیونکہ مذہب قانون الہی کا نام ہے۔ دین حق کے لیے مندرجہ ذیل شرائط از روئے فطرت ہیں جس مذہب میں یہ شرائط ہونگے وہی سچا مذہب اور خدائی دین ہے باقی باطل۔

اسلام کو ہم انہیں شرائط کے ساتھ جانچینگے۔

**شرط اول۔** سچے مذہب کے اصول جو قدیم سے قائم کیے گئے ہوں وہ بدستور قائم رہیں کیونکہ مذہب قانون الہی کا نام ہے اور قانون الہی میں تبدیلی نہیں۔

**شرط دوم۔** وہ مذہب عام ہو یعنی سب کو ایک گاہ سے دیکھے کسی نسل یا قوم کی ترجیح کا روادار نہ ہو۔

**شرط سوم۔** اسکا اعلان اس کثرت کے ساتھ دنیا میں شائع ہو رہا ہو کہ کسی کو یہ حذر رہے کہ ہمارے پاس وہ ہدایت نہیں پہنچی۔

**شرط چہارم۔** اس مذہب کا قانون اور اس قانون کی پابندی اس درجہ سہل اور آسان ہو کہ غریب غریب اور ضعیف سے ضعیف بھی اسکا بار اٹھا سکے۔

**شرط پنجم۔** قانون از روئے فطرت قدرتی ہو یعنی اس کے احکام یہ ظاہر کرتے ہوں کہ یہ احکام بموجب اقتضائے فطرت ہیں۔

اس قانون میں اصول عقائد اور عبادت۔ طریق تمدن۔ حسن معاشرت۔ جزا۔ سزا۔ اور

نواہی کے مفصل درج ہوں اور کل مذہبوں کا تذکرہ۔  
**شرط ششم**۔ جو کتاب آسمانی ہو وہ اول سے آخر تک اُس قدر قی مذہب کی تائید اور سک  
 پیشواؤں کی تصدیق صاف طور سے کرتی ہو اور اُس کتاب کے آسمانی ہونے کا اظہار  
 اُس میں اچھی طرح سے کیا گیا ہو۔

**شرط ہفتم**۔ اُس کتاب میں یہ اظہار صاف لفظوں میں کیا گیا ہو کہ یہ دین حق ہمیشہ کے  
 لیے خدا کو پسند ہے اور اب اسی پر سب کو عمل کرنا چاہیے جو کوئی اُس کے خلاف دوسرا مذہب  
 اختیار کرے گا وہ قبول نہیں کیا جائیگا۔

**شرط ہشتم**۔ تمام ملکوں میں جو وہ آسمانی کتاب شائع ہو اُس میں ذرا بھی تغیر۔ تبدل۔  
 کمی اور بیشی نہ ہو تحریف سے بالکل محفوظ ہو۔

**شرط نہم**۔ اُس کتاب میں یہ اعجاز ہو کہ بلاغت کے سوا ہدایت اور تہذیب اور شائستگی میں  
 بے نظیر ہو نہ کہ میں کو خوف اور عبرت اور عالموں کو بشارت دیتی ہو۔

**شرط دہم**۔ جس پر وہ کتاب نازل ہوئی ہو اور جس طرح اور وضع سے اُسکا نزول ہوا ہو اُسکا  
 اظہار بھی اُس کتاب میں کیا گیا ہو اور وہ شخص جس پر کتاب نازل ہوئی ہو برگزیدہ۔ نہایت سخیل و معصوم ہو  
 قدرت نے یہ قاعدہ قدیم سے رکھا ہے کہ ہر ایک کام کے لیے کوئی خاص شخص ہو کیونکہ جب تک  
 اُس کے واسطے کوئی خاص منتظم ہو گا کام انتظام نہیں پائیگا۔

سودین کے انصرام کے لیے انبیاء کو منتخب کیا گیا جسکی تصدیق ثلاثہ مذہب یہود و نصاریٰ و  
 مسلمان کرتے ہیں لیکن یہ قاعدہ یہودیوں کے نزدیک موسیٰ علیہ السلام پر اور عیسائیوں کے  
 نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور اہل اسلام کے عندیہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 پر ختم ہو گیا۔

اگرچہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے زیادہ درجہ خدا کے بیٹے ہونیکا دیتے ہیں  
 اور انکو معصوم یعنی گناہوں سے پاک خیال کرتے ہیں مگر بحال اس خیال سے وہ قاعدہ قدرت جو مذہب

کے واسطے انبیاء کی رسالت کا ہر تینوں مذہبوں کے روئے شکست ہوتا ہے اور یہ امر فطرت کے خلاف ہے جس سے یہ تردد ہوتا ہے کہ جو قاعدہ قدیم سے چلا آتا تھا کہ یہی بعد دیگرے اور نیز ایک ہی زمانے میں انبیاء اور پیغمبر ظاہر ہوتے: تباہیت کو ہدایت کرتے تھے وہ قاعدہ کیونکر دنیا سے جاتا رہا۔

”خدا کے قاعدے میں تبدیلی نہیں ہے۔“ کیونکہ قانون قدرت میں ہم انقلاب نہیں دیکھتے صد ہا ہزار ہا سال سے زمانے میں جو فطرتی اثر ہے وہ کسی ایک شے میں سے بھی جو نہیں ہے تو والد۔ تناسل۔ دن۔ رات۔ گرمی۔ جاڑہ۔ برسات آدمیوں کی خوش پوشش و دیگر خواہشیں کسی ایک میں بھی تو تبدیلی نہیں نہ کبھی دن کی رات ہوئی نہ رات کا دن ہوا نہ آسمان پر سے بنے بنائے آدمی اور جانور زمین پر آپڑے نہ کبھی مین کے حیوانات آسمان پر اُچھل کر وہ کے جا پڑے۔ یہ تو بڑی باتیں ہیں کبھی یہ بھی تو نہیں ہوا کہ بن مائش منہ انسان بن گئے ہوں یا اسکے برعکس۔ مگر یہ جسطرح سے پیدا ہوتی ہے اُسی طرح سے اسکی پیدائش جاری ہوا کبھی کی اپنے دستور کی موافق۔ جب یہ قانون فطرت تبدیل نہیں ہوا تو وہ قانون روحانی کیسے بدلا گیا۔ اور کبھی تو ریت اور کبھی زبور اور کبھی انجیل اور کبھی قرآن نازل ہونا کیا معنی۔

ایک دفعہ ایک کتاب نازل فرمادی تھی کہ اُسی میں کلی و جزوی مسائل مذہب کے ہوتے۔

بار بار کتابیں کیونکر نازل فرمائی گئیں اور کس واسطے ہزاروں انبیاء مبعوث ہوئے۔

جس طرح سے تمام دُنیا کے روشن کرنے کو آفتاب ماہتاب بنائیے ہیں جو پھیلپون کی طرح آسمان میں تیرتے ہوئے نظر آتے ہیں اسی طرح سے تمام عالم کی ارواح کی درخشندگی کی واسطے ایک ہی نورانی نسخہ کافی تھا۔

اس سے تو اہل ہنود اپنے ویدوں کی نسبت دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ موافق فطرت ہیں کہ انجیل ہی چار وید چلے جاتے ہیں جو برہما جی کے مکھ سے نکلے ہیں اور جس مذہب کو دنیا کے مذہب ہیج اور پوچ سمجھتے ہیں اُسی کا مذہب ہی قانون ہو جب فطرت ہے۔

مگر غور کرنے سے دریافت ہوتا ہے کہ کسی ایک شے کے چند نام ہونے سے وہ شے مختلف

اور علیحدہ نہیں ہو سکتی گندم - انبہ - غرا - نیشکر اگر ہزار قسم کے ہونگے پھر بھی جنس ایک ہی سمجھی جائیگی۔

آدمیوں کے رنگ اور جسم اور شہادت میں کیسا اختلاف ہو ایک یورپ کے آدمی ہیں ایک روم - ایران - عرب - ہند - افغانستان اور حبش کے جسکے رنگ اور جسم اور وضع میں بہت ہی کچھ تفاوت ہے لیکن سب آدمی ہی ہیں۔

غرض کہ کسی شے کے مختلف الاوضاع ہونے سے اُسی ذات میں انقلاب نہیں ہو سکتا ہے۔ یہی حال وحی اور رسالت اور کتب آسمانی کا ہے کہ وہ وحی کبھی آدم علیہ السلام اور کبھی نوح علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام اور اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور کبھی دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ پر مگر مشاؤ نفس مطلب سب کا ایک ہی تھا۔

جس قدر رسول اور نبی ہوئے سب ایک ہی کلمہ کی ہدایت کرتے رہے کہ ”خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے“

انہیں سے کسی ایک نے بھی ایک دوسرے نبی یا پیغمبر کی تردید یا تحقیر نہیں کی جو آیا و پہلون کی تصدیق کا کلمہ بھرتا ہوا ہی آیا اور سب کو منجانب الہد اور برگزیدہ نبی آخر دم تک ظاہر کرتا رہا اور جو منادی اگلے کرتے تھے وہی بر ملا دوسرے نے کی۔

اگر ایک نبی یا پیغمبر ایسا کیا جاتا کہ اُسکو قیامت تک کی زندگی دی جاتی اور وہی سبکو ہدایت کرتا اور تو یہ امر خلاف فطرت تھا۔

دوسرے لوگ اُسکو عجیب الخفقت سمجھ کر ہرگز تسلیم نہ کرتے اور اُگتا جاتے اور تمام دنیا میں اُسکی سیرو سیاحت و شوار تھی جد ہا اعتراض وارد ہوتے۔

اس واسطے حکیم علی الاطلاق نے موافق قانون فطرت یہ عمل درآمد فرمایا کہ ہر ایک قوم اور ہر ایک ملک میں ایک ایک دو دو دس دس بیس بیس تلو تلو ہزار ہزار نبی اور پیغمبر اسطے ہدایت خلق کئے



روحانی اصلاح کی غرض سے مبعوث فرمائے اور چھ پیغمبر ایسے اولوالعزم صاحب شریعت عالم شہود میں جلوہ افروز ہوئے جنکے احکام اور ہدایت کی تعمیل دوسرے انبیاء اور پیغمبروں نے بجان و دل کی اُسی کی **دعوت** اور انھیں احکام کے لکچر وہ ہر قوم اور ملک میں دیتے ہے۔

گو وہ مذہبی قانون کبھی **توریت** کے اور کبھی **زبور**۔ **انجیل** اور **قرآن** کے نام سے موسوم ہوا مگر اصول سب کا ایک ہی تھا اور ایک ہی غرض کے واسطے یہ آسمانی کتابیں نازل ہوئیں **توریت** اگر **قرآن** کی تہذیب تھی تو **زبور** اور **انجیل** اُس کا ایک فصل اور باب تھا۔

جس حالت میں **قرآن** کتبِ نبیین **توریت**۔ **زبور** اور **انجیل** کی تصدیق کرتا ہے اور انھیں عقائد کتبِ منزلہ کو زیادہ وضاحت اور صراحت کے ساتھ تاکید اور تکرار سے لوگوں کے دل پر جاتا ہے تو پھر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتب سابقہ کے خلاف ہے۔

ان چاروں کتابوں کے عقائد پر جن سے ایمان مراد ہے نظر ڈالی جاتی ہے تو بالکل ایک ہی اصول اور ایک ہی عقیدہ اور ایک ہی نشان سب کا ہے کوئی ایک عقیدہ بھی تو شکست نہیں ہوا۔

آدمی کا قدم جو وقت زمین پر آیا اور اُسکی روحانی اصلاح کے لیے جو اصول قائم کیے گئے انہیں سے ایک لفظ بھی تو نہیں بدلا گیا۔

جس عقیدے کو **توریت** نے ظاہر کیا اسی اصول کو **زبور** اور **انجیل** نے اور زیادہ پختہ کر دیا۔ **قرآن** ایک مجموعہ ان سب کا اور نیز ایک تفسیر کتبِ نبیین کی ہے۔

کیونکہ کتبِ منزلہ میں ایمان کے بڑے اصول ہی قائم کیے گئے تھے **وحدانیت**۔ **رسالت**۔ **قیامت**۔ **حشر و نشر**۔ **جزا و سزا**۔ **عبادت خدا**۔ انھیں پر بہت زور دیا گیا ہے۔

انھیں کی تعلیم حضرت آدم علیہ السلام کو اور انھیں اصول کی پابندی کا حکم دیکر انبیاء علیہم الصلوٰۃ کو ہوا انھیں کے محکم کرنے کو صحیفے اور انھیں کے شائع کرنے کو کتابیں نازل فرمائی گئیں۔

انھیں کے منوانے کو آسمان سے زمین پر طوفان اٹھایا گیا اور انھیں کے لیے پتھر برسائے گئے۔ انھیں اصول کی خاطر زمین کو آدمیوں کے خون سے رنگین کیا اور انھیں اصول کا عہد پیمانہ بروز میثاق لیا گیا۔

انھیں کے واسطے ملک کے ملک غارت اور برباد کیے گئے اور انھیں کی خاطر خاک کے تپے مسجد ملائک بنائے گئے

انھیں کے قمار کے لیے زمین پر بجلی گری اور انھیں کا اقتدار بڑھانے کو ایک قوم دوسری قوم سے لڑی۔ انھیں کی اشاعت کو نفوس قدسیہ ملک سے اس فودہ خاک پر شریف لائے اور انھیں عقائد کی پختگی کے لیے وحی اور الہام پے درپے آئے۔

انھیں عقائد بنی نوع انسانین پر تفرقہ ڈالا اور انھیں عقائد نے کافر و مومن کا مسئلہ نکالا۔

انھیں عقائد سے ایک قوم دوسری قوم پر غالب ہوئی اور انھیں کے سبب تمام دنیا غرت و جاہ کی طالب ہوئی انھیں عقائد نے ایک قوم کو فاتح دوسری کو مغتوح کھلوا یا اور انھیں عقائد نے سیاست مدن دنیا میں پھیلایا۔

انھیں عقائد نے تہذیب و رشائستگی کا سبق دیا اور انھیں عقائد نے آدمیوں کو خدا اور رجب اور اتار بنایا۔ انھیں عقائد سے لوگ گبر و ترسا اور مسلمان کملائے گئے اور انھیں کے لیے دیر کینشت۔ کعبہ اور بیت المقدس بنائے گئے۔

یہودی۔ عیسائی۔ محمدی از روئے کتب آسمانی در اصل سلمان ہیں اور ان تینوں کو اوپر کے اصول تسلیم کرنے میں کوئی بھی عذر نہیں ہے۔

جو مذہب تو ریت۔ زبور۔ انجیل کا ہے وہی قرآن کا صرف اعمال معنی طرز عبادت مالی و بدنی کے تغیر و تبدل سے وہ مذہب جو قدرت نے عطا کیا تغیر نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ اعمال ایک قسم کا ٹیکس بندوں پر ہے جو کبھی زیادہ اور کبھی کم رہا ہو اور یہ بندوں اور زمانے کی حالت کے باعث ہر جو مقتضائے فطرت ہے۔

اس لیے کہ آدمی پیدا ہوتے ہی شایستہ نہیں ہو گئے تھے اور نہ شایستگی اور راحت کے سامان ہی اُس وقت کلیہ موجود تھے۔

اس واسطے جیسی حالت دیون کی تھی ویسا ہی بار عبادت کا اُپر ڈالا گیا اور جب ترقی کا زمانہ آیا اور آدمیوں کی کثرت ہو گئی اُس وقت اُنکی حالت کے مناسب عبادت کا ٹیکس لگایا گیا۔ جو مذہب آدم۔ موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو عنایت ہوا تھا اُسی مذہب کی تکمیل قرآن نے کی اور اُسی عقیدے کا اعلان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

دین اسلام کوئی نیا دین اور مخالف پہلے دین کے نہیں بلکہ اسلام ہی ہے جس پر کل انبیاء تھے۔ اسلام کی صداقت کی یہ اعلیٰ درجہ کی بے نظیر دلیل و دشوار کہ وہ اگلے کل صحیفوں اور کتب منزلاً اور جملہ انبیاء کی تصدیق کرتا ہے کسی ایک سے بھی تو مخالف نہیں ہے۔

پس جو لوگ قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے وہ گویا پچھلے انبیاء اور کتب سابقہ کی تکذیب اور تکفیر کرتے ہیں اور قانون الہی کو اپنی ضد اور تقلید آبائی سے توڑتے ہیں۔ وہ آسمانی مذہب کے پابند نہیں ہیں اپنی ضد کے تابع ہیں۔

اس حالت میں از روے فطرت وہ لوگ بھی انھیں جیسے ہیں جو بت پرستی اور اوہام باطلہ کے دام مذویر میں پھنسے اور جکڑے ہوئے ہیں۔

جو اصحاب بلند نظر ہیں وہ جانتے ہیں کہ چھٹی صدی عیسوی تک زمانے کی کیا حالت تھی کس متدربہان تاریک تھا۔

دن اور رات تو نے شک اسی طرح سے ہوتے تھے سورج اور چاند اپنے وقت مقررہ پر عالم کو اپنا جلوہ دکھاتے تھے مگر روحانی روشنی دنیا سے بالکل جاتی رہی تھی جہالت اور اوہام نے لوگوں کے دلوں کو تاریک کر دیا تھا قوم کی قوم اور ملک کے ملک ظلم اور جہل میں ڈوبے ہوئے تھے۔

روحانی زندگی کا ایک چراغ بھی کہیں ٹٹھکتا ہوا نظر نہیں آتا تھا۔

اُس اندھیرے کو دور کرنے اور روحانی جلوہ بخشنے کے واسطے قدرت نے از روئے قانون فطرت ایک روحانی آفتاب کا جلوہ سر زمین عرب پر جسکو زمین کام کر تصور کر دین تو بجا ہے ایک ایسے اندازہ سے ڈالا جیسے کہ آفتاب کے طلوع سے پہلے صبح صادق ہو کر شفق نمایان ہوتی ہے پھر آفتاب ایک بادل کا سا ٹکڑا نظر آنے لگتا ہے پھر رفتہ رفتہ اسکی روشنی اکی صاف اور باریک کرنیں عالم پر پڑتی ہیں اور یکبارگی کچھ دیر کے بعد تمام جہان منور ہو جاتا کہیں تاریکی کا نام نہیں رہتا اور نصف النہار کے درجے پر تو اپنا وہ زور دکھلاتا ہے کہ کوئی نگاہ اُسکے مقابلے کی تاب نہیں لاسکتی۔

جسقدر جلوے اور روشنیان اور تجلیان ہیں سب اُسکے دبر و پھیکے پڑ جاتی ہیں۔ قانون فطرت کا خاصہ ہے کہ ایک چیز کے مقابلے میں وہ دوسری شے پیدا کرتا ہے جیسے آگ کے مقابلے میں پانی خاک کے مقابلے میں ہوا۔ روشنی کے مقابلے میں تاریکی شرق کے مقابل غرب جنوب کے مقابل شمال۔ گرمی کے مقابل سردی موجود ہے۔

جب اُس نے تمام اجسام کے روشن کرنے کے واسطے آسمان پر آفتاب کا ظہور کیا تو طہنی حواس کے لیے زمین پر ایک ایسے روحانی آفتاب کا جلوہ گر کرنا نہایت ہی ضروری اور لا تجبا جو اندرونی تاریکی اور ظلمت کو دفع کرے جیسے آسمانی آفتاب کچھ شعلہ نہیں ڈال سکتا۔

ظاہری اجسام کے روشن کرنے کو آسمانی آفتاب اور روحانی خیالات کو منور اور مجلی کر نیکی یہ زمینی آفتاب عرب کے مبارک پہاڑوں سے طالع کیا۔

اُس عربی آفتاب نے دلون کو روحون کو عالم کے روشن کر کے دکھلایا جس سے تمام جہان میں بتدیج اُجالا ہو گیا۔

ایسی روشنی اس کثرت کے ساتھ پہلے زمانے میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔

اس تیرہ سو برس کے زمانے اور پہلے زمانے کا جو مقابلہ کیا جاتا ہے تو زمین و آسمان کا تفاوت نظر آتا ہے طور یہ دنیا ایک نئی دنیا معلوم ہوتی ہے۔

نے شک لگے زمانے میں بڑے فلسفی اور بڑے مہیت دان اور اعلیٰ درجے کے حکما گزرے لیکن یہ روشنی جسکا ٹھوگھٹی صدی عیسوی کے بعد میں ہوا عالم پر نہیں ڈال سکے۔ یہ حکمت اور یہ علوم اور یہ مہیتیں تباؤ تو کمان تھیں اور یہ زندگی اور امن اور عیش کے سامان کب کسی کے خواب و خیال میں تھے۔

یہ صدقہ اگر انصاف اور تحقیق کی نگاہ سے دیکھو تو اُسی عربی عجماکا ہے جسکا نام ملک در ملک پانچون وقت زور کے ساتھ دنیا میں پکارا جاتا ہے اور وحدہ لا شریک کے بعد اگر کوئی اعلیٰ درجہ ہے تو اُسی سے اعلیٰ اور افضل نبی کا جس نے اپنے جلوے سے تمام جہان کو روشن اور منور کر دیا۔

پہلے انبیا اور پیغمبر جو زمین پر جلوہ گر ہوئے وہ مثل ثوابت اور ستاروں کے تھے اور وہ اُسکے پیش میں اور پیش رو تھے جو برابر علانیہ پیش بینی اور اسکی آمد کی پیشین گوئی کرتے رہے۔ عیسیٰ علیہ السلام سے چونکہ زمانہ اس نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت قریب تھا اسلیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھول کھول کر نایا کہ ”آسمانی بادشاہت نزدیک ہے“

”فار قلیط آنے والا ہے“ اُسکے ایک ہاتھ میں آتشی شریعت دوسرے میں تلوار ہوگی۔ بڑے بڑے عالی جاہ بادشاہ اُسکے غاشیہ بردار ہونگے ”اُنکی بادشاہت ابد الابد ہوگی“

انبیا کے حالات جنگو یهود۔ نصاریٰ۔ اہل اسلام تسلیم کرتے ہیں اس کے شاہد ہیں کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جسکو علم اور حکمت نہیں عطا کیا گیا۔

اُس علم اور حکمت کا ہی یہ ظور ہے کہ جو دنیا میں اسقدر سامان زندگی ہو رہا ہے۔

تابعین نے انبیا کے نام سے اور خالفین نے حکما کے لقب سے اُنکو پکارا۔

ان انبیا نے اپنے نورانی جلوے سے نہ فقط دلوں کو روشن کیا بلکہ اپنے علم اور حکمت سے کل لازمہ زندگی کا ہم پونچا یا جس سے یہ ترقی اور روشنی عالم میں پھیلی ہوئی ہر سو دین کے ساتھ ہی علم حکمت عنایت ہوا۔

کسی کو ادویہ اور نباتات اور جادات کی ماہیت کی تعلیم ہوئی اور کیکو صنعت اور حریت کی۔ جس طرح سے دین و آئین سلطنت کا سلسلہ جاری کیا گیا اسی طرح علوم و فنون کے ذریعے سے دنیا میں جاری اور ساری ہو گئے۔

پہلی صنعتیں جو انگوٹوں کی یادگار ہیں جیسے اہرام مصری۔ دیوار چین۔ مصر کی بھول بھلیاں وغیرہ اب تک بصرین کو حیرت ناگ کرتی ہیں۔ مشائین اور اشرافین کے کمالات کس قدر تعجب انگیز اور حیرت افزا ہیں۔ یہ سب کوششیں انھیں انبیا اور رسولوں کی برکت کے نمونے ہیں جو ہم کو نظر آ رہے ہیں لیکن جو ترقی اور روشنی کہ اس تیرہ سو برس میں دنیا میں پھیلی یہ بات کبھی دنیا کو حاصل نہیں ہوئی جیسے دریا کا دہانہ کھول دیا جاتا ہے ایسا ہی حال اس تیرہ سو برس میں ہوا کہ علوم اور آئینہ الہی کے بحر ناپید اکنار نے اپنا منبع کھول دیا جس سے دنیا نہایت درجے کی ترقی پر ہے۔ خداوند کریم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا جس سے لگن اور بڑی بڑی دیگیں اور بیل تک تانبے کی بنائے گئے اور ہزاروں من تانبا ہیکل میں خرچ ہوا اور سواری بھی انکے لیے وہ عطا فرمائی گئی جو ریل سے زیادہ تیز اور حیرت انگیز تھی اور دو ماہ کا سفر ایک دن میں طے کرتی تھی مگر وہ سواری خاص تھی نہ کہ عام۔

اس زمانے میں ایک نہایت درجے کی کار آمد و ہات لوہا۔ کوئلہ کا دریا بہا دیا جو تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے جس سے لاکھوں کارآمد چیزیں قسم قسم کی بنکر عالم میں پھیل ہی ہیں اور سواری وہ عنایت فرمائی جس کے مقابلے میں پہلی سواری کو کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ رحمت الہی اسی کا نام ہے کہ عام ہو سو اس زمانے میں وہ رحمت ہر جگہ اور ہر مقام پر موجود ہے۔ اس ایسا کہ جسکی نظیر نہیں آسایش وہ کہ جسکا جواب نہیں ہر ایک فریق آباد اور ہر ایک قوم اپنے حال میں مست ہے۔

وہ وہ ایجادیں اور صنعتیں دنیا میں پھیل چکی ہیں جو اب خیال میں بھی نہیں آتی تھیں۔

قدرت نے یہ ذخیرہ اسی وقت کے لیے روز ازل سے محفوظ رکھا تھا اور یہ رحمت اُسی رسول عربی کی امت کے لیے مخصوص کی گئی تھی جسے نبوت کو ختم کرنا منظور نظر تھا وہ وعدہ جو کیا گیا تھا کہ ”تیرے بھیجنے سے یہی مطلب ہو کہ دنیا کو رحمت سے بھر دیا جائے“ کیسا سچا اور پورا ہوا اسی واسطے رحمت للعالمین کے لقب سے وہ ختم المرسلین پکارا جاتا ہے۔

یہ قرار پا چکا ہے کہ ہندوستان میں ترقی جیسے ترقی ہوئی ہے اور علوم شائع ہوئے ہیں یہ یورپ کا پرتو ہے لیکن دیکھنا چاہیے کہ یورپ میں یہ شایستگی کہاں سے آئی اور کس قوم کی بدولت یورپ اس قدر مذہب اور شایستہ ہوا ورنہ یہی یورپ پانسوچھ سو برس پہلے نہایت ہی تاریکی میں پڑا ہوا تھا اور سب اقوام سے بدتر اسکی حالت تھی سو یورپ کے وحشیوں اور جاہلون کو یہ تہذیب اور شایستگی بدولت اہل عرب و اہل روم کے حاصل ہوئی جبکہ دلوں پر جس لوہاس عربی آفتاب کا پڑا ہوا تھا جس نے عالم کے روشن کرنے کو فلک سے جلوہ ڈالا تھا۔

جب تک اہل یورپ اپنی تقلید آبائی اور پابندی رسم سے دست بردار نہیں ہوئے اسوقت تک انکو ترقی کا زینہ نہیں ملا اور وہی جہالت کی گھنگور گھٹا انپر چھائی رہی۔

جن لوگوں نے اُس اولوالعزم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآنی کا نمونہ گمان کیا ہو وہ قاتلوں فطرت کو ملاحظہ فرمائیں۔

نے شک جب تیرہ برس تک نافرمان بندوں نے اُس سچے اور برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہ نہیں مانا اور اسکی جان کے اس قدر دشمن ہوئے کہ جسکے باعث وہ اپنا مقدس وطن چھوڑ کر جلا وطن ہوا اور پھر وہاں بھی انھوں نے اُس کو امن سے نہیں بیٹھنے دیا اور ایک لشکر تیار کر کے اُسپر چڑھائی کی ایسی حالت میں کوئی اہل انصاف ہکو بتلانے کہ چارہ کار مجھ تلوار کیا تھا۔

ہزاروں آدمیوں کے مقابلے میں سو پچاس آدمی بھی کچھ حقیقت رکھتے ہیں اور سات تلواریں اونٹ کی بھی کوئی مہم ہوتی ہے مگر مرنے کا کیا نکرنا خداوند تعالیٰ پر توکل کر کے ایسے خو خوار اور جبری لشکر کے مقابلے کے لیے گنتی کے چند آدمی جتنے پاس صرف سات تلواریں اونٹ تھے اپنے ہمراہ لیکر گھر سے باہر نکلا۔

یہ عین مقتضای انسانیت جو ان آدمی تھا کہ وہ اس وقت میں اپنے اور اپنے معتقدین کی خطا کا بندوبست کرتا سوا اسکے لیے بجز تلوار کپڑے کے اور کیا صورت تھی۔ جو یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اسلام کا منشا ہی یہ ہے کہ لوگوں کو بڑو شمشیر مسلمان کیا جائے محض ناقصیت کا سبب اسلام نے تلوار کے زور سے نہ شک نے نظیر غلبہ پایا مگر ایک متنفس کو بھی اسلام لانے پر مجبور کرنے کا ہرگز منشا اسلام نہیں ہے اور نہ اسلامی تاریخ میں کوئی نظیر ایسی فی سبکتا ہے کہ صرف اسلام نہ لانے کے سبب کسی شخص کی گردن ماری گئی ہو۔

الگ ایسا منشا اسلام کا ہوتا تو اتنے عرصے تک ہر ملک اور ہر قوم پر مسلمانوں کا غلبہ ہا خالف فرقتے کا ایک آدمی بھی دیکھنے کو نہیں ملتا۔

واقعی مسلمانوں نے مندر توڑے گرجا گرائے ہزاروں لاکھوں مخالفین کو قتل کیا ان کے زن و بچے لوٹ ڈی غلام بنائے لیکن یہ حال مخالفت کی حالت میں لڑائی کے وقت ہر ایک قوم کا ہوا ہے کسی قوم نے غلبہ کی حالت میں ہرگز کمی نہیں کی۔

اسلام پر کیا منحصر ہے ملی لڑائیاں جو روے زمین پر ہوئی ہیں ان پر نظر ڈالو کہ ایک قوم نے دوسری قوم کے ساتھ کیسا کیا کیا۔

جنگ مہا بھارت میں پانڈو وون نے کورو وون کا گلا کاٹ کر خون پیا اور اُس خون کو پکیر لیا کہ ”ایسا میٹھا شربت عمر بھر نہیں پیا۔“

چنگیز خان جو بو وھمت کا پابند تھا اُس نے بالکل نسل انسان کو منقطع ہی کرنا چاہا تھا سوائے قتل عام اور لوٹ مار کے کوئی کام اُس کو پسند نہیں تھا۔



ہمارا چہرہ ام چند رچی نے صرف ایک عورت کی خاطر تمام لنگا کو غارت کیا۔  
 یہودیوں اور عیسائیوں نے معبودوں میں وہ ظلم کئے جنکو سنکر کلیجہ پھٹتا ہے۔  
 مسلمانوں نے زن اور بچے کو کہیں قتل نہیں کیا مگر یہود اور نصاریٰ کی تلوار نے  
 سب کو ایک کھیت میں شہید کیا۔

بخت نصر۔ کانٹنٹینین اور بونا پارٹ کے واقعات ملاحظہ کر لو۔  
 اسلامی تلوار واقعی چل رہی تھی اور لوگوں کے سر زمین پر اولوں کی طرح گرتے تھے مگر وہ تلوار  
 ایک بجلی تھی جو رحمت کا مینہ برساتی تھی۔

لوگوں کے خون سے جو زمین لالہ گون ہو رہی تھی وہ زبان حال سے بتلا رہی تھی کہ یہاں  
 چمن کھلے گا اور وہ بہار آئیگی جو کبھی دیکھی نہ سنی ہوگی۔  
 وہی قتل اور خون ریزی جسکو آپ منورہ قمر الہی کا خیال کرتے ہیں آئندہ نسلوں کی ترقی اور  
 زندگی جاودانی کا باعث ہو گیا۔

آج جو یہ بہار دنیا میں آ رہی ہے وہ اُسی تلوار کی بدولت ہے جو عربوں کے ہاتھ میں تھی۔  
 وہ ایک معاذ فاسد تھا جس نے دنیا کے جسم کو خراب کر رکھا تھا اور یہ مواد فاسد کئی صدیوں سے جمع ہوا تھا  
 جسم میں جب تک خلط فاسد رہتا ہے جسم تندرست نہیں رہ سکتا۔  
 خود طبیعت قسم قسم کی ادویہ سے خلط فاسد کا اخراج کرتا ہے کس غرض سے صرف مریض کی صحت کے لیے  
 وہ فصدین کھلواتا ہے سہل دیکر خلط فاسد کا دفعیہ کرتا ہے کس مراد سے بیمار کو  
 شفا دینے کے واسطے؟

باغبان میوہ دار درختوں کی ڈالیاں چھانٹ کر برابر کرتا ہے عین شفقت سے۔  
 باد صرصر یکبارگی درختوں کو پت جھڑ کر کے ننگا کر دیتی ہے عین رحمت سے۔  
 خزان بہار کا خاص سبب ہے اگر خزان نہ ہو تو بہار کا ہونا ناممکن ہے۔  
 اس سے ظاہر ہوا کہ فطرت نے یہ قانون جملہ مخلوقات کے واسطے بنایا ہے۔

جو لوگ معترض ہیں کہ دین اسلام نے خون کی ندیان زمین پر بہائیں اور لاکھوں جانتیں لکھیں وہ بہ نظر غور قانون قدرت کو ملاحظہ کریں۔

اب یہ خیال ہو سکتا ہے کہ جب قانون قدرت یہی ہے کہ وہ مواد فاسد اور خلط کا سد کی طرح نافرمان اور سرکشوں کو چھانٹتا رہتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اب اس کا عمل در نہیں اور اسلامی کشمیر بیان میں ہے۔

بلاشبک اس وقت اسلامی تلوار میان میں ہے اور اس حالت میں وہ میان میں ہی رہنی چاہیے۔ قانون قدرت کسی حالت میں نہیں بدل سکتا مگر وہ کبھی کسی صورت سے اور کبھی کسی وضع سے اپنا عمل کرتا ہے۔

انگلستان میں کوئی مسلمان بادشاہ جہاد کرنے نہیں گیا۔

امریکا پر کسی نے فوج کشی نہیں کی۔

ہندوستان میں ایک عرصے سے اسلامی تلوار سرنگون ہے۔

مگر انگلستان کے شہر لیورپول میں ایک غازی مسٹر کو سلم اور امریکا میں

مسٹر و ب ایک مجاہد ایسا پیدا ہو گیا کہ لاکھوں فوج بھی وہ کام مذیتی جوان و جوان مردوں نے کام دیا۔

ہزاروں تلواریں اور خنجر وہ کارروائی نہ کرتے جو انکی زبان اور قلم نے کی۔

ان جوان مردوں کے قلم اور زبان نے مخالفین کے روبرو اسلام کو سرخرو کر کے دکھلا دیا اور ثابت کر دیا کہ تمام دنیا میں اسلام ہی خدائی مذہب ہے۔

ہندوستان میں صد ہا رسالے اور اخبار جو روزمرہ شائع ہوتے ہیں جہاد کا کام لے رہے ہیں۔

سفر کی آسانی علم کی روانی جمالت کو اٹھاتی اور مٹاتی جاتی ہے مختلف علوم اور اقوام کا سیل جول اس تاریکی کو دور کرتا جاتا ہے جو ہزاروں برس عالم کو گھیرے ہوئے تھی

صد ہا اشخاص تعلیم پا کر ان کتابوں کے ترجمے اُردو اور انگریزی میں شائع کر رہے ہیں جنکا حال محض پردے میں تھا۔

جو لوگ اپنی مذہبی کتابوں کے حال سے بے خبر اور آبائی تقلید کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں وہ اُس سے نکلنے اور اس زنجیر کے توڑنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

چونکہ جھوٹے مذہب ہیں وہ خود پست و رلیل اور حقیر ہوتے جاتے ہیں۔ اگر یہ اگرچہ راہِ راست پر نہیں آئے مگر بت پرستی سے توبہ اور توحید کی جانب مائل ہو چکے ہیں۔ عیسائی گو جو جو مسلمان نہیں ہوئے لیکن اسلام کی تصدیق تو پکار پکار کر کر رہے ہیں ایسی حالت میں کیا ضرورت شمشیر زنی کی ہے۔

قانونِ قدرت ایک دوسرے پر لگے ہیں اپنا عمل کر رہا ہے۔

ابتداءً آفرینش میں جہاد نہیں تھا اور رسولوں کے معجزات دیکھ کر ایمان دار لوگ انکی تصدیق کر لیتے تھے جب دنیا زیادہ بڑھ گئی اور علم و حکمت سے لوگ آگاہ ہوئے اور جاہ و رمل جو شش دنیا میں پھیل گیا تو معجزات کو بھی سحر گمان کرنے لگے۔

خداوند جل و علی شانہ کے رسولوں کو بر ملا یہ کہتے تھے کہ ”یہ جھوٹا جادو کرے“ تب غلط فہم کے دغیہ کے واسطے جہاد کا حکم نازل ہوا جسکا عمل ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا مگر موقع بہ موقع۔ جو وقت ایمان دار لوگوں کے امن اور حفظ جان و آبرو میں خلل اندازی ہوگی اسی وقت انکو تلوار پکڑنا مندرجہ ہے۔

وقت ضرورت چونکہ اندگریز دست بگیرد شمشیر تیز یہ امر ہرگز نہیں ہے کہ جہاد کا حکم اُسی وقت تھا اور آئندہ کے واسطے نہیں ہے اور جہاد سے کوئی قوم خالی نہیں رہی۔

موسیٰ۔ داؤد علیہما السلام کے حالات عیسائی اور یہودیوں کے واقعات سری کرشن جی اور رام چند جی کے تذکرات اُسکے شاہد ہیں۔

یہود مذہب والوں نے ہندوستان سے بٹ پرستوں اور برہمنوں کو کیسا چھانٹا  
عیسائیوں نے یہودیوں کو اور یہودیوں نے عیسائیوں کو کستہ رکھا۔  
کون سی قوم ہے کہ جس نے بحالت قوت دوسری قوموں پر جہاد نہیں کیا تیس  
تو ان مذہب کے ساتھ رہی ہے۔

یہ خداوند کریم کی عین رحمت ہے کہ اس نے قہری ارادت سے رحمت فرما کر رحمی ارادت  
کا عمل فرما رکھا ہے جو خلقت اگلے قہر اور غضب الہی سے محفوظ اور مصون ہے۔  
جو مضمون تحریر ہو رہا ہے اور جس دعویٰ کا ثبوت دیا جا رہا ہے وہ عنوان فراموش نہیں  
ہونا چاہیے کہ ”ہی مذہب از روی فطرت وہی ہے جس کے اصول تدریم سے ہیں اور  
اُن میں تبدیلی نہیں۔“

سو وحدانیت جو سب اعلیٰ اصول مذہب کا ہو اسکو جیسا مسلمانوں نے پکڑا ہے  
اور جقدر اُنکے یہاں اسکا تشدد ہے وہ کسی کے یہاں نہیں جب تک کوئی شخص دل اور  
زبان سے یہ اقرار نہیں کرتا کہ ”خدا کے سوا کوئی معبود نہیں“ اس وقت تک دائرہ اسلام  
میں داخل نہیں سمجھا جاسکتا۔

دوسرا اسی جملے کا ایک جزو اور ہے جس میں دوسرا اصول ایمان کا ہو وہ کیا ہے! وہ یہ ہے کہ  
”محمد خدا کا رسول ہے۔“

رسالت کا ثبوت فطرتی اور انکی ضرورت قدرتی ہم پیشتر بیان کر آئے ہیں یہاں اسلام  
اس دوسرے اصول کی یہ بحث ہم کرنا چاہتے ہیں کہ قدرت نے انبیاء کا مبعوث  
فرمانا کیوں موقوف کر دیا اور ایک خاص ذات پر کس وجہ سے نبوت کو ختم کیا۔

دن رات۔ گرمی۔ سردی۔ برسات تو بدستور ہوتی ہیں الہام میں کیوں کمی ملدی اور  
وحی آتی کیوں بند ہو گئی جب کہ وہ موافق فطرت تھی جس حالت میں اور کوئی قاعدہ نہیں  
بر لا تو یہ روحانی قانون کا اصول کیوں تبدیل فرمایا گیا۔

لیکن اسکو بہ نظر غور انصاف اور تحقیق کی رو سے دیکھا جاتا ہے تو اسکا عمل درآمد پہلے سے ہزار درجہ بلکہ لاکھ درجے زیادہ پایا جاتا ہے۔

حضرت آحوم علیہ السلام سے لگا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جب قدر انبیا اور رسولؐ ہر ایک انھیں چار اصول کا وعظ اور درس دیتے رہے یعنی توحید۔ رسالت۔ قیامت۔ جزا و سزا۔

کسی نبی اور پیغمبر نے ان چاروں اصول کے اعلا بن اور اظہار کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی اور سب نے اپنی صداقت کے واسطے معجزے دکھائے کسی نے پہاڑ سے اونٹنی نکال دی کسی نے عصا کو اڑا دیا اور اپنے کف دست کو ید بیضا اور کسی نے مژدوں کو زندہ کر کے دکھلایا۔

مگر جب سحر اور فلسفہ کا روز ہوا تو معجزات کے بھی منکر ہو گئے اور انبیا کی تکذیب کرنے لگے اور آئندہ کو یہ زمانہ آنے والا تھا جس میں فرمیں اور مسخریزم جاری ہونے کو تھے اور فلسفہ اور دیگر فنون گھر گھر اور گلی گلی پھیلنے والے تھے۔

یہ تار برقی اور ریلوی جو آدمی کی صنعت اور ایجاد ہے کتنا بڑا اعجاز ہے اور جب اسکی حقیقت پر نظر کی جاتی ہے تو کچھ بھی تعجب انگیز بات نہیں معلوم ہوتی

ایک ایسے شخص کے روبرو جو فلسفہ سے ناواقف ہو اس گاڑی اور تار برقی کا اُسے کبھی نام بھی نہ سنا ہو ذکر کیا جائے تو وہ اسکو معجزے سے بڑھ کر سمجھیکا اور نہایت مبہر حیران اور شہد درمہیکا جسکی حقیقت ایک ادنی طالب علم کے روبرو ایسی عجیب اور وہ یہ کہتا ہو کہ پہلے لوگوں کی نظر ایک ذرا سی بات پر ٹنگی کہ دھوئین اور بھاپ میں اتنی بڑی قوت ہے اور برق میں یہ اثر ہے۔

کھانا سبکے گھر میں پکاتا ہے کوئی عورت ادنی سے ادنی بھی اس بات سے ناواقف نہیں کہ بھاپ میں زور ہے صدامت باکی ماندی کے سرپوش بھاپ کے روز سے الگ چڑتے ہیں

مگر حکیمانہ نظر پہلے سے اسپر نہیں گئی جیمس واٹ کا ہی حصہ تھا جسکو قدرت نے اس غرض کے واسطے انتخاب کیا تھا۔

جیمس واٹ کوئی بڑا فلسفی یا کوئی یونانی حکیم نہیں ایک دنی کوئلے کی کان کھودنے والے مزدور کا بیٹا تھا جس نے یہ **دخانی انجن** بنا کر سبکو حیرت میں ڈال دیا۔

اسی طرح سے ہر سال نئی ایجادیں اور نئی کلین کثرت سے جاری ہو رہی ہیں جسکو دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے۔

پس ایسے زمانے میں کیا اثر ان معجزات کا لوگوں پر ہوتا۔

اس لیے قدرت نے چاہا کہ کوئی ایسا معجزہ دیکر ایک بڑا زبردست اور اولوالعزم پیغمبر دنیا میں بھیجا جائے کہ جس سے بڑے بڑے فلسفی اور فرامیسن عاجز ہو جائیں اور وہ معجزہ ایسا پایدار اور محکم ہو کہ پھر اس کے مقابلے میں کسی معجزے کے اظہار کی ضرورت نہ رہے اور اسی میں وہ مذہب ابتداءے آفرینش سے جاری کیا گیا ہو مکمل کر دیا جائے۔

اصول کے سوا جس قدر اعمال اور طریق تمدن ہیں وہ سب بتلائیے جائیں کوئی دقیقہ بھی فروگزاشت نہ کیا جائے جملہ مذاہب کا تذکرہ اور اولوالعزم اور انوارِ اہی کے سوا قیامت کے حالات اور جزا و سزا کے بیانات اُن میں مستدرج ہوں۔

ہدایات و غیبی اخبار میں وہ اس وجہ سے نظیر ہو کہ اُن کا نافی تلاش کرنا محال یقین کیا جائے۔

ایسے سب سے زیادہ زبردست اور اولوالعزم اور افضل پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سرزمین عرب میں مبعوث ہوئے کہ جسکی بڑے بڑے حکیموں اور فلسفیوں نے تصدیق کی۔

اُن کے زبردست اور سب انبیاء سے بڑھ کر اور اعلیٰ ہونے کا ادنیٰ ثبوت معجزہ **شق القمر** ہے جسکو تمام عرب تسلیم کرتا ہے اور کسی نے آج تک اُسکی تردید نہیں کی۔

حالانکہ مخالفین نے اُسکو دیکھ کر یہ تو کہا کہ محمدؐ بڑا جادوگر ہے جس نے چاند کو بھی شق کر کے ٹکھلایا مگر یہ کسی نے نہیں کہا کہ چاند شق ہوا ہم نے نہیں دیکھا۔

پہلے نبیوں نے معجزات دکھلانے میں بے شک کمال کیا ہے اور ہزاروں لاکھوں معجزے انھوں نے دنیا کو دکھلانے کسی نے زمین کو اور کسی نے ہوا کو اور کسی نے بحر قزقم کو مسخر کر کے دکھلایا لیکن آسمان پر کسی کے معجزے کا ظہور نہیں ہوا۔  
علاوہ ازیں پہلے انبیاء کے معجزات حاضرین کے معاینہ کے لیے ہوتے تھے جنکو قیام تھا وہ ایک وقت کرشمہ قدرت کا ہوتا تھا۔

کوئی پیغمبر اپنا معجزہ ہمیشہ کے لیے دنیا کے دکھلانے کو چھوڑ کر نہیں گیا جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا معجزہ چھوڑا جو ہر وقت اور ہر جگہ موجود اور ویسا ہی زندہ ہے وہ اُس سے بھی بڑا معجزہ ہے جسکو تمام دنیا قرآن کے نام سے پکارتی ہے۔  
پس ہم انھیں دو معجزوں کے اعلیٰ اور افضل ہونے پر بے زور سے دعویٰ کرتے ہیں کہ۔

”محمد کے مانند جگ میں نہیں“	ہوا ہے نہ ایسا نہ ہوگا کہیں“
”یا صاحب الجال و یا سید البشر لا یکل الشناکما کان حمتہ“	”من وہبک المنیر لعل نور القمر بعد از خدا بزرگ توئی قضتہ مختصر“
”اُن مرکزہ و رہنت جدول چابک قدم بساط افلاک“	گرداب پسین موج اوّل والا گہر محیط لولاک“

ارباب دانش اور صاحب بنیش ذرا سی دیر کے واسطے دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالیں اور بغور ملاحظہ فرمائیں کہ اس دسے زمین پر حضرت آدم علیہ السلام کی نسل میں ہزاروں پیغمبر ہزاروں نبی ہزاروں ولی ہزاروں حکیم لاکھوں سال مسافہ کڑوڑوں سال حرم گزرے مگر جس کسی نے کوئی کرشمہ اپنی خرق عادت یا علم اور سحر کا دکھلایا وہ زمین پر ہی دکھلایا آسمانی جانب کسی نے رخ تک نہیں کیا۔

چاند۔ سورج تو بڑی چیز ہیں کسی ستارہ پر بھی دسترس نہیں ہوا نہ کسی کا معجزہ وہاں تک پہنچا اور نہ کسی کی حکمت اور جادو نے یہ کمال دکھلایا۔

سب اقوام کی تاریخین اور سب مذہبوں کے دفتر حیان ڈالو کہین ایسا تذکرہ نہیں ملے گا جس میں کسی نے آسمان سے ایک پادل کے ٹکڑے کو بھی مسخر کر کے دکھلادیا ہو۔

یہ ایسا بڑا معجزہ ہزاروں شہادتوں اور معتبر روایتوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حالات میں ہم کو ملتا ہے۔

مسیح علیہ السلام کانے باپ کے پیدا ہونا واقعی حیرت انگیز اور تعجب خیز معجزہ ہے لیکن حضرت آدم علیہ السلام کا وجود نے ان باپ کے اُس سے کئی ہزار برس پہلے ہو چکا ہے۔

جس قدر انبیاء اور رسولوں نے اپنے اپنے معجزے دکھلائے اُن میں سے کسی ایک کا بھی نشان عالم میں نہیں ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن ہر گلی اور کوچے میں طشت از بام سبکے پیش نظر ہے جسکی عبارت کی بے نظیر فصاحت اور بلاغت اور بے مثل ہدایت اور غیبی سرکار کا اظہار اور انکی تہذیب اور شائستگی کی متانت پکار پکار کر اعلان کر رہی ہے کہ یہ کلام الہی ہے جسکی نظیر نہ آج تک ہوئی اور نہ آئندہ کو قیامت تک ہو۔

ایک معجزہ اُس نبی معظم کے دست مبارک سے ایسا کر دکھایا کہ جب کا نام آسمان پر جلوہ گرہ ہے اور دوسرا معجزہ زمین پر بندوں کے لیے ایسا چھوڑ دیا کہ جو قیامت تک اسی شان اور ہدایت کے ساتھ جلوہ افروز رہے گا۔

ایسا ہی اعلیٰ اور افضل نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائق تھا کہ جو دین کی تکمیل کرے اور اُس کے تابعین اس درجے کے ہوں جو تبلیغ احکام الہی میں انبیاء کا کام دین کیونکہ دنیا بٹھنے والی تھی دس بین بچاس سوا نبیاء سے کیا کام چل سکتا تھا۔

انھیں دین کے اصولوں کو جو ابتدا میں قائم کیے گئے تھے ہر ایک شہر ہر ایک قصبہ ہر ایک گائون میں ہر ملک کے اندر علما و اسلام ڈنکا بجا رہے ہیں جسکی آواز ہر کانین پہنچتی ہے یہی کام تھا جسکے واسطے نبی اور پیغمبر مبعوث ہوتے تھے سو وہ کام پہلے سے لاکھ درجے زیادہ تاکید کے ساتھ برابر جاری ہو رہا ہے۔



ایک ایک بچہ گلی گلی اور کوچہ کوچہ پکڑ رہا ہے کہ نئے لوگو خدا کی عبادت کرو اس کے  
سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

”اُسکے حکم میں کسی کو دخل اختیار نہیں ہے۔“

”آسمان اور زمین اور جو کچھ اُنکے اندر ہے سب کا خدا مالک ہے۔“

”جنگو تم اس کا شریک اور اپنے کام کا کفیل سمجھو ہوے ہو اُنکو ایک چھوڑے کے  
پھلکا دینے کا بھی اختیار نہیں ہے۔“

”پاک ہے اللہ ان باتوں سے جنگو تم شریک کرتے ہو۔“

”خدا سے ڈرو تا کہ تم دنیا اور آخرت میں آرام پاؤ۔“

”دنیا کی زندگی اور اُنکی عیش و آرام سب فانی ہیں جو خوابِ خیال ہو جائیگے آخرت کا لطف  
اور عیش جو مرنے کے بعد ملے گا وہ ہمیشہ کے لیے پائدار اور باقی رہیگا جسکو کوئی تم سے کبھی  
نہیں لے سکے گا اور جس چیز کو تمھارا دل چاہیگا وہ وہاں فوراً ملے گی۔“

”اس ناپائدار کی خاطر کیون عیش جاودانی کو ہاتھ سے کھوتے ہو۔“

سیدھا راستہ اختیار کرو اور سیدھا راستہ یہی ہے کہ خدا کے سوا کسی کی پرستش مت کرو  
اُسکے حکم اور اختیار میں کسی کو شریک مت بناؤ۔“

”خدا اور اُسکے رسول کی اطاعت کرو۔“

”از روئے فطرت تمھاری نظر اس بات پر جاتی ہے کہ بیشک مالک ہمارا پروردگار ہی  
پھر اسی پر کیون نہیں جمے رہتے آبائی تقلید اور رسم کی پابندی پر کیون طاقت خراب کرتے ہو؟“

”موت کا قارہ سر پر بچ رہا ہے اور ہر وقت اور ہر جگہ سے یہ صدا برابر آرہی ہے  
پھر تم کیون نہیں ہوشیار ہوتے۔“

”خدا اکیلا ہونے اُسکے بیٹا ہو اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہو اور نہ اُسکے گوت ہو اور اللہ بے پروا ہے۔“  
”کیا تم نے سمجھ کھا ہو کہ تم کو یونہی پیدا کیا ہو اور تم خدا کے پاس واپس نہیں جاؤ گے۔“

**حضرات** ابھی باتیں تھیں جبکہ انبیاء اور پیغمبر سنا تے تھے اور یہی باتیں تھیں جنکی خاطر خدا کے رسول قوم کے عذاب اٹھاتے تھے۔

یہی باتیں تھیں جنکے منوانے کے لیے آسمان سے طوفان اور پتھر برستے تھے۔ اور یہی باتیں تھیں جنکے واسطے پے پے پانپنیا اور رسول عالم شہود میں جلوہ گر ہوتے تھے۔ یہی وہ ہدایت تھی کہ جسکو ارباب دانش صاحب قسمت حاصل کر کے نوید جاودانی حاصل کرتے تھے اور یہی وہ وحی اور پیام الہی تھا کہ جسکے تسلیم نہ کرنے سے لاکھوں قوم کے سردار دُنیا اور آخرت کا دائمی وبال اپنے سر پر لیتے تھے۔

انھیں کلمات نورانی نے روحانی زندگی بخشی اور انھیں احکام نے عذابِ ثواب کی فرخندگی بخشی انھیں دل نواز صدائوں نے اقوام کو ہند ب بنایا اور انھیں دُگداز آوازوں نے عالم میں ہر بونگ بچایا اسی نور نے دنیا میں یہ اُجالا ڈالا اور اسی کے باعث حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت سے نکالا۔

انھیں کے اظہار کے لیے وید اور زند و سستا بنائے گئے اور انھیں کی تاکید کے لیے تورات۔ زبور۔ انجیل اور قرآن نازل فرمائے گئے۔ جس حالت میں رسالت اور نبوت کا کام اس درجہ زور شور کے ساتھ عالم گیر ہو رہا ہے تو پھر کیا ضرورت نبی اور پیغمبر کی ہے۔

فطرت کی عادت ہی یہ ہے کہ کامل اپنی قیمت کامل اور ناقص قیمت ناقص پاتا ہے جو میوہ خام ہوتا ہے اسکی دسی قیمت اور پختہ اپنی قیمت پختہ لیتا ہے اور پہلے سے کوئی میوہ یا پھل پختہ اور کامل برآمد نہیں ہوتا اول خام اور ناقص ہو کر بعد میں پختہ اور کامل ہو جاتا ہے اسی طرح سے دین پہلے خام اور ناقص تھا جسکو اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر کامل اور پختہ کر دیا گیا۔

اسی واسطے اسکے تسلیم کرنے اور عمل کرنیوالے بھی پہلے فرمانبردار بندوں سے کامل اور پختہ ہیں۔

جیسے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبیاً اور رسولون میں اعلیٰ اور افضل ہو سیکے  
اسکے تابعین بھی کامل دین پانے سے پہلے بندہ نئے اعلیٰ اور اشرف ہیں۔

اس وقت بڑے بڑے بادشاہ اور اعلیٰ درجے کے حکما اور بہادر اور فریبی۔ مکار۔ ساحر  
اور شاعروں کا تذکرہ سبکے ہاتھ میں ہو جو مختلف اقوام اور ممالک میں گذرے ہیں اور  
لاکھوں قسم کے صاحب کمال اور ذی فنون اور شعبہ بے باز دنیا میں ہوئے ہیں ان کے  
حالات کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے مقابلہ کرو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
نے جو یہ دین جاری کیا تو اس میں ذاتی فائدہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔

ابتدائی حالت اس گزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو فقر و فاقہ اور قوم کی تکالیف میں  
گذری اور وہ زمانہ کہ تمام ملک عرب اسکے تابع فرمان تھا اور جان و مال اسکے اشارے پر  
قربان کرنا اپنی حیات جاودانی جانتا تھا۔ ان دونوں حالتوں کا موازنہ کرو۔

ایک وہ وقت تھا کہ ہر ایک متنفس جان کا خواہاں تھا اور زمین بھی وطن کی دشمن ہو رہی تھی  
اور اس دوسرے وقت میں لاکھوں آدمی جان و مال سے حاضر تھے اس نبی معظم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے فراج میں ذرا بھی تغیر نہیں ہوا۔

جیسا اُس حالت میں وہ اپنے کو مسکین اور غریب بندہ سمجھتا تھا ایسا ہی اب سبکے ساتھ  
لطف اور اکرام سے پیش آتا تھا اور غریبی گذران کرتا تھا۔

اور بس کلمہ کی خاطر وہ پہلے وقت میں جان کھپاتا تھا اسی کے واسطے وہ اس دوسرے  
وقت میں نہایت سرگرمی اور جہد بلیغ سے غزوے اور جہاد کرتا تھا اور ہر دم  
ہمہ تن اٹھیں مشغول تھا۔

اگر یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سچا اور برگزیدہ منجانب اللہ نہ ہوتا اور اُس ہدایت و تلقین سے  
انکی کوئی ذاتی غرض متصور ہوتی تو وہ یہ کبھی نہ کہتا کہ ”میں بھی تم جیسا ایک خدا کا بندہ ہوں“  
”مجھ پر اور میری اولاد پر نہ کو اذخیرات حرام ہے“

”میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا ہوں میرا اجر اللہ رب العالمین پر ہے۔“  
 ”میں تم کو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم دو ایک ایک کھڑے ہو کر سوچو کہ تمہارے  
 اس فیعارمر کو کچھ جنون تو نہیں ہو گیا ہے یہ تو تم کو ایک بڑی آفت سے بچانے کے لیے  
 متنبہ کرتا ہے اور تم سے اجر کچھ نہیں مانگتا۔“

”اگر میرے ایک ہاتھ میں آفتاب و دوسرے میں ماہتاب و یہ تو تب بھی میں اس بہت  
 خلق اللہ سے جس کا مجھ کو حکم ہے باز نہیں رہ سکتا۔“  
 یعنی دولت و دنیا جس پر مجھ کو تم لپچاتے ہو کیا چیز ہے چاند سورج جن پر تمام دنیا کے کاغذ  
 کا دار و مدار ہے اور جن کا ہاتھ میں آنا ناممکن ہے اگر یہ بھی مجھ کو سوچ دو اور میرا پتہ قضا کر دو  
 تب بھی میں احکام الہی کے پہنچانے میں کمی نہیں کر سکتا۔

”اگر تم سچے ہو اور مجھ کو جھوٹا سمجھتے ہو تو قرآن جیسی ایک سورت ہی تین چار یا آٹھ دس  
 آیتوں کی برابر بنا لاؤ۔“

بھلا ایک ان پڑھ آدمی بڑے بڑے علما۔ شعراء فصحاء عرب کے روبرو کب ایسا دعویٰ  
 کر سکتا ہے یہ وہی غیبی زور تھا جسکی قوت سے وہ احکام الہی کی تبلیغ پر مامور ہوا  
 تھا جو یہ دعویٰ کرتا تھا۔

”اے لوگو! خدا کی عبادت کرو جو تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا مالک ہے۔“

”اُسی کے آسمان اور اسی کی زمین ہے۔“

”میں اور تم سب اُس کے ناچیز بندے ہیں۔“

”اُسکی ذات کے سوا کوئی خدائی کے لائق نہیں۔“

”قسم ہے روشن کتاب کی۔ ہم نے بنایا ہے اُسکو عربی زبان کا قرآن۔ تاکہ تم سمجھو

اویہ کتاب لوح محفوظ میں ہمارے نزدیک بلند مرتبہ حکمت والی ہے۔“

”یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے اتری ہے۔“

”نئے شک آسمانوں اور زمین میں ایمان داروں کے لیے نشانیاں ہیں۔“

”اور تمہارے پیدا کرنے اور جانوروں کے پھیلانے میں تعین لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں“

”اور رات دن کے چمکنے اور آسمان سے روزی نازل کرنے میں کہ اس خشک مین کو شاپا

کرتا ہے اور ہواؤں کے بدلنے میں نشانیاں ہیں۔“

یہاں دہریوں اور فلسفیوں کے سمجھانے کے واسطے ”عزیز و حکیم“ اپنے دو بڑے وصف ابتداء کے کلام میں بیان فرما کر از روے فطرت بتلاتے ہیں کہ جس نے بردست حکمت والے نے یہ قرآن اُتارا ہے اُنکی قدرت کی نشانیاں زمین اور آسمان میں بہت ہیں جنکو تم کھونے دیکھتے ہو انہیں غور کرو اور نیز اپنی پیدائش اور جانور کی پھیلاؤ کو حکیمانہ اور فلسفیانہ نظر دیکھو کہ کس حکمت اور خوبی سے بنے نکلا اور جانوروں کو بنایا ہے اور کس طرح سے ہم مرد زمین کو سرسبز اور شاداب کرتے ہیں اور دن رات اور گرمی جاڑہ برسات میں ہوا کو تبدیل کرتے ہیں اس سے ہمارا خالق ہونا ہر ایک شے میں کر رہی ہے پھر کیسے کہتے ہو کہ کوئی خالق نہیں ہے۔ اگر یہ عالم حادث نہوتا اور قدیم سے از خود ایسا ہی بنا ہوا ہوتا تو اس میں یہ تغیرات نہوتے اور اس طرح سے دن رات نہ پلٹتے ہر گھڑی اپنا رنگ نہ بدلتے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی بڑا بردست حکمت والا ہے جسکے قبضہ قدرت میں یہ آسمان اور زمین اور ہوا اور منہ اور دن اور رات کہ جس وضع اور طرز پر وہ چاہتا ہے اسی طور سے یہ اپنا ظہور کرتے ہیں۔

”کسی زلف و رخ کا یہ کام ہے کوئی نازنین لب بام ہے

ابھی شام تھی ابھی صبح ہے ابھی صبح تھی ابھی شام ہے۔“

کیونکہ جو قدیم ہے وہ حادث نہیں اور جو حادث نہیں اُس میں تغیر نہیں مگر عالم متغیر ہے اس قیاس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عالم قدیم نہیں۔

”اور بیشک یہ ایسی معجز کتاب ہے کہ جس میں آگے اور پیچھے غلطی کا احتمال نہیں جو خوب

والے حکیم کی طرف سے نازل ہوئی ہے

”ہم سے وہی بات کہی جاتی ہے جو تم سے پہلے رسولوں سے کہی جاتی تھی۔“

”جسکے ہاتھ میں اگلی آسمانی کتاب ہو وہ جگہ کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو۔“

”یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی اور تحقیق تو البتہ ہمارے بھیجے ہوئے رسولین سے ہو۔“

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت تمہارے اوپر پوری

کر دی اور میں نے تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔“

”قسم ہے تارے کی جبکہ تمہارے صاحب (محمدؐ) نہ گمراہ ہوا ہے اور نہ بہکا ہے

اور نہ وہ اپنی خواہش سے بولتا ہے یہ تو وحی ہے جو اُسپر آتی ہے۔“

”بتلاؤ تو سہی اگر یہ کتاب (قرآن) اللہ کطین سے ہو اور تم اس کے سنکر ہرچکے۔“

تو اسکا انجام تمہارے حق میں کیسا زہر قاتل ہوگا۔

”تو پھر کوئی ایسی کتاب لاؤ اللہ کے پاس سے جو ان دونوں سے (توریت اور قرآن) سے

ہدایت میں بڑھکر ہو کہ میں اُسپر چلون اگر تم سچے ہو۔“

”کیا انکو یہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو انکے سامنے پڑھی جاتی ہے البتہ

اس میں رحمت اور نصیحت ہو اس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔“

”قسم ہے قرآن پر حکمت کی کہ بیشک تو (سے محمدؐ) رسولوں میں سے ہے سیدھے راستے

پر۔ قرآن نازل کیا ہوا ہے بڑے زبردست مہربان کا تاکہ اُس قوم کو ڈرناوے کر انکے

باپ دادا کو بھی ڈر نہیں مٹایا گیا سو وہ فاسل ہیں۔“

”پھر قرآن کے بعد کون سے بیان پر ایمان لاؤ گے۔“

صاحبو! ذرا غور کرو کہ یہ باتیں پر حکمت و ہدایت کوئی فریبی مکار۔ جادوگر۔ شیعہ۔ باز

کر سکتا ہے اور ابتداء سے بنی نوع انسان سے آج تک ایسے دُربے بہا کسی شاعر

یا ساحر نے اُگلے ہیں۔

ایک احمی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ کتاب اللہ کی جانب سے ہے اس میں آگے غلطی ہے اور نہ پیچھے یعنی غلطی سے بالکل محفوظ ہے۔

کوئی ہکو بتلا دے کہ اس بادعویٰ کسی عالم۔ فاضل۔ حکیم۔ شاعر نے بھی آج تک کیا ہو جیسا یہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کر رہا ہو۔

جس قدر مصنف اور مؤلف آج تک رے زمین پر گزرمے ہیں سب ہی اپنے دیاہ من لکھتے آئے ہیں کہ ”الانسان مرکب من الخطاء والنسیان“

ہم فطرتی خطا کار ہیں ہماری یہ تالیف یا تصنیف خطا اور غلطی سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔

یہاں یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم امی عرب جیسے سیف اللسان فصیح البیان کے مقابلے میں اپنی کتاب کو کس دعویٰ کے ساتھ پکار رہا ہے کہ یہ غلطی سے قطعی محفوظ ہے۔

وہ عرب اور اہل عرب کہ جو اپنی زبان کے مقابلے میں سبے بانوں کو ہیج سمجھتے ہیں اور غیر زبان والوں کو گونگا کہتے ہیں کہ بولنا ہلکا ہی آتا ہے باقی غیر زبان والے ہمارے مقابلے میں عجبی (گنگے) ہیں۔

بیشک عرب کی ایک باندی اپنے لہجہ کو تغیر کرنے سے بڑی لطف نظم کر لیتی ہے۔

عربی زبان نہایت ہی نرم اور شیرین زبان ہے کہ کھنگلی اور سختی اور کھڑپن سمین مطلق نہیں ہے وسعت اسکی اس قدر ہے کہ اونٹ اور خرے کے اسمین صد ہا نام ہیں اختصار پر مستثنیٰ اور فصاحت اور بلاغت میں وہ اعلیٰ پایہ اور بے نظیر درجہ رکھتی ہے۔

زبان کی وسعت بڑی دلیل اسکی فصاحت اور بلاغت کی ہے تنگ زبان میں ایک لفظ بہت کام لے جاتے ہیں اور وسیع میں ہر ایک شے کے لیے علیحدہ علیحدہ نام ہوتے ہیں اور ایک چیز کے صد ہا نام ہوں یہ اعلیٰ درجے کا کمال اس زبان کا ہے۔

یہی باعث ہے کہ غیر زبان والے اصطلاحات عربی زبان کا علم ماہر و دانشور بہت کم

مرعو کر سکتا ہے اور وہ پڑھا لکھا مطلق نہواور کسی اہل علم کی اُس نے صحبت اٹھائی ہو یونہی  
سے سبے الگ کنارہ کش اور آزاد رہا ہو کہ "یہ وہی ہدایتیں ہیں جو مجھے پہلے رسولِ قوم  
کو کرتے آئے ہیں۔"

کسین جھوٹے خود غرض فریبی مکار شخصوں کا یہ وتیرہ ہوتا ہے اور وہ لوگوں کی ہمت  
میں اس طرح سے بلا غرض جانفشانی کیا کرتے ہیں جیسی کہ اس نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
نے کی کہ نہ اپنی جان کا خیال کیا نہ خانِ مان کے برباد ہونیکا مالِ دل میں آیا۔  
وطن چھوڑا گھر بار چھوڑا عزیز واقارب سے منہ موڑا رشتہ قربت سب منقطع ہو گیا۔

اُس کلمہ حق کے کہنے سے خود حضور والا ہزار ہا مصائب اور بلا میں گرفتار ہوئے اور اپنے  
رفیقوں کو بھی اسی مصیبت میں ڈالا مگر کلمہ توحید کو چھوڑا کسین جھوٹا خود غرض  
یہ کارروائی مخصوصانہ اور مخالفانہ کر سکتا ہے کہ جس لفظ کے کہنے سے اپنے قرابتی و ذاتی  
رشتہ دار بھی جان کے دشمن ہو جائیں اور تیغِ بخت قتل کرنے کے لیے تلاش کرتے ہوئے  
پھر میں اور وہ اُس لفظ کے کہنے سے باز نہ رہے اور دن بدن اُس میں مبالغہ اور غلو کرتا چلا جا  
اور اُس مخالفت اور عدوت کی جو باعث کمال خوف اور ہر دم کے خطرے کی تھی کچھ پروا نہ کرے۔  
پادشاہوں اور بہادروں نے سلطنت کی خاطر بڑے بڑے مصائب اٹھائے ہیں اور خود بلا  
میں مبتلا ہوئے ہیں اور اپنے رفقا کو بھی ہلاکت میں ڈالا ہے لیکن ذاتی نفع کے واسطے  
تحت سلطنت پر جلوہ افروز ہونے کے لیے تاجِ مرصع سر پر رکھنے کی غرض سے بڑے بڑے  
محل اور عالیشان عمارتوں میں عیش کی خواہش سے خزانہ اور جواہرات جمع کر سنے کی



مگر انھیں خج اہشات نفسانی کی امیدوں اور آرزوؤں نے اُنکو اس معرکہ آرائے اور خوزیری پر آمادہ اور برہنگختہ کیا ہے جنکا ذکر اوپر کیا گیا۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تخت تو بڑی چیز ہے کبھی غاشیہ پر بھی نشست نہیں فرمائی۔ عمدہ کھانے کیسے ہوتے ہیں لطف اور عیشِ زندگی کیا ہوتا ہے بادشاہت کی حالتیں بھی گیسوں کی روٹی کبھی پیٹ بھر کر میسر نہیں ہوئی رات کو اندھیرے میں چراغ نصیب نہیں ہوا بچھانے کے لیے روٹی کا گدہ یا تاک نہیں ملا۔

کچھور کی شاخیں تھیں اور جسمِ مطہر کا خواب گاہ کچھور کے صوف تھے اور حضور والا کا کلیہ گاہ۔ تمام رات فاقے سے گزر گئی اور چٹانک بھر زرق اس بادشاہی کے زمانے میں کہ جب لاکھوں کروڑوں روپیہ انعام و اکرام و خیرات کیا جاتا تھا ہاتھ نہیں آیا پانچ سات چھوڑے بھی کچھ خیر ہوتے ہیں اگر وہ دستیاب ہو گئے ہیں تو بڑی خوشی سے انھیں کو نوٹس فرما کر شب بسر کی ہے۔

عالم شباب میں ایک سیوہ اور ضعیف بی بی پر قناعت کی دوسری عورت کا خیال عمرِ شباب میں اُنکی زندگی تک کبھی نہیں آیا جان ازواج کی تعداد بڑھانے کا علیٰ اہموم رواج تھا۔

آخر میں پچاس برس کے بعد اس موصوم کے انتقال فرمانے سے جو چند نکاح کیے تو وہ غلبہ خوش نفسانی کی وجہ سے بلکہ محض ہدایت و تلقین کی غرض سے کہ اُنکو زمانائی تعلیم تمدن اور عبادت کی گھر میں دی جاتی تھی اور اپنے تابعین کو بتلایا جاتا تھا کہ جماع ازواج میں اُنکے حقوق کی نگرانی اس طرح کرنی چاہیے چنانچہ بقدر مسائل حیض و نفاس اور زمانہ معاشرت کے ہیں وہ سب انھیں ازواجِ مطہرات کی زبانی زبانِ الامام بیان سے دریافت ہوئے ہیں۔

انبیاءِ معصومین میں ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہوا ہو کہ جسکی ازواج تبلیغ احکام الہی آخر دم تک کرتی رہی یہ اجتماع جو عالمِ ضعیفی میں کیا گیا خاں زندگانی کے لیے نہیں تھا جیسا کہ امیر اور راجہ اور پادشاہ کیا کرتے ہیں امت کی حال اور آئندہ کے لیے خاوند اور بی بی کو عبادت۔ حسن معاشرت فرمان برداری شوہر۔ رضا مندی زوجہ۔ پرورداری اور تسلیم و تربیت اولاد۔ صبر و رضا کا

طرز بموجب حکم الہی بتلانا مقصود تھا سو یہ مدعا واضح اور صاف جیسا اسلام میں ہے کسی دین و ملت میں ایسی نظیر نہیں مل سکتی۔

جیسا وہ نبی معظم مردون کو اللہ کے خالص بندے بنانا چاہتا تھا اسی طرح مستور اس کے رسم و اہام باطلہ کے دور کر نیک منش تھا تاکہ یہ ازواج امت کی عورتوں کے لیے نظیر اور ہادی ہوں اور ان کے حالات صبر و شکر۔ رضا و تسلیم کے شکر قوم کی عورتیں اسکا اتباع کریں۔ یہی باعث ہو کہ مسلمان مستورات ان کے حالات سے سبق لیتی ہیں اور مصائب اور بلا میں صبر اور استقلال کے ساتھ برداشت کرتی ہیں اور بھین کی پیروی کو سراہنے اپنی نجات کا جانتے ہیں۔ جس حالت میں مردون کے لیے ایک بیرونی مدرسہ قائم کیا گیا تھا جس میں روحانی تعلیم کے لیے بلا لحاظ قوم اور ملک اور رنگ کے سب کو ایک وضع سے داخل کیا جاتا تھا۔

اس مدرسے کے داخل ہونے کے لیے نہ کوئی نذرانہ مقرر تھا اور نہ کوئی امتحان اور نہ فیس صرف زبان اور دل سے یہی اقرار کرنا اس خدائی کالج کا بیسٹمہ تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد خدا کا رسول ہے۔

اسی کلمہ کا کتنا اصطلاح سمجھا جاتا تھا بلا اس اقرار کے کسی شمشاد کو بھی اس مدرسے میں داخلے کا بھار نہیں تھا اور نہ نبی تک کے رشتہ دار ہی بدون کلمہ بار پاس کئے تھے۔

اس صورت میں بہت ہی ضرورت تھا کہ ایک اندرونی درس گاہ نہ تعلیم کے لیے قائم کی جائے۔ اسکے سواے اسکے اور کوئی صورت نہیں تھی کیونکہ جس عصمت اور پردہ کی اسلام تلقین کرتا ہو وہ اسی حالت میں بحال رہ سکتا ہو اس سے بہتر اور کوئی صورت ممکن ہی نہیں تھی۔

اس نبی معظم کا کوئی کام ہدایت سے خالی نہ تھا جو قول اور فعل تھا سب خلقت کی ہدایت کے لیے اور جبکہ اللہ محض اخلاص کی رو سے وہ قوم کا بلوخواہ تھا۔

کوئی ایسا شخص قوم کا بھی نہ غرض قوم چارن مال قربان کرنے والا ترکی۔ عجمی۔ عربی۔ رومی۔ مصری۔ حبشی۔ اپنی قوم بنانے والا اور انکو اپنے عزیز و اقارب سے زیادہ رکھنے والا کسی قوم کی تاریخ میں نہیں مل سکتا ہے۔

اٹکی قوم نہ ہاشمی تھی اور نہ قریشی نہ عربی نہ ترکی جو خدا کو معبود اور صلی مقصود سمجھنے والے اور اُسی کے روبرو سرسجود تھے وہی لوگ اُس نبی کی قوم تھے۔

وہ اُن سے نہ دولت کا خزانہ نہ تگارتھا اور نہ اپنی حکومت کا صرف اس بات کا خواہاں تھا کہ وہ خداوند تعالیٰ کو مالک اور خالق جمیع کائنات کا بالیقین سمجھ کر اُنکی عبادت کریں اُسکے حکم اور قدرت میں کسی کو شریک نہ بنائیں ہر بات اور کام میں اُسی سے التجا اور ہر دم اُسی کی درگاہ میں دعا کریں واجبی اور بانی تقلید کو چھوڑ کر روحانی اور اخلاقی اصلاح میں سرگرم اور مستعد ہوں۔ مذہب تو وہ پہلے بھی رکھتے تھے کوئی فریق بُت پرستی آتش پرستی انجم پرستی اور اوہام باطلہ کا پابند تھا اور کوئی فریق یہودی اور کوئی نصاریٰ تھا اسلام نے اُن سے قتل۔ چوری۔ زنا کاری۔ دُختر کشی کو دور کر کے رحم۔ انصاف۔ حیا۔ عفت اور خدا ترسی سے مذہب اور شایستہ بنا دیا اور روحانی اخلاق سب میں پھیلا دیے اعرکے بوجہل حشی کیا رگی ایسے بل گئے جیسے کسی سحر کر دیا ہو بہتر ہو گا کہ اس مقام پر چند صاحبانِ انگریز عالیشان کی رائے مجسّمہ نقل کی جائے۔

سر ولیم میور صاحب لفٹنٹ گورنر جنرل ممالک مغربی و شمالی اپنی کتاب **لائف آف محمد علی علیہ السلام** میں رقم فرماتے ہیں جسکا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

”اگرچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمرو و احکام اس وقت تک تھوڑے سے اور سادہ طور کے تھے جیسا کہ بیان بالا سے ظاہر ہوتا ہے مگر اُنھوں نے ایک تعجب انگیز اور عظیم الشان کام کیا جبکہ دینِ نبی نے دنیا کو خواب غفلت سے بیدار کیا تھا اور شرک و بت پرستی سے جہاں عظیم کیا تھا اُس وقت سے حیاتِ روحانی کھلی ایسی انگلیختہ ہو گئی تھی اور نہ ایسا غلو کسی مذہب میں ہوا تھا جیسا کہ دین اسلام میں ہوا۔ عرب کے لوگ تو ہمت اور کفر و ضلالت اور بیزاری و بد اعمالی کے دریا میں غرق تھے چنانچہ عالمِ رسم تھی کہ بڑا بیٹا اپنی سوتیلی ماں کو بیاہ لیتا تھا اُنکے غرور اور افلاس سے دُختر کشی کی رسم بھی اُنہیں اُسی طرح جاری ہو گئی تھی جس طرح فی زمانہ ہندو دین میں جاری ہے۔

اُنکا مذہب حد کے درجے کی بت پرستی تھا اور اُنکا ایمان ایک سبب لاسباب مالک علی الاطلاق

پر نہ تھا بلکہ غیر مری ارواح کے تو ہم ہلس کی ہیئت کا سا آنکا ایمان تھا انھیں کی سنا سندی  
مناتے تھے اور انھیں کی ناراضی سے احتراز کرتے تھے قیامت اور جزا و سزا فصل بایز کا  
باعث ہوا اسکی انھیں خبر ہی نہ تھی۔

ماہجرت سے تیرہ برس پہلے تو مکہ ایسی ذلیل حالت میں بے جان پڑا تھا مگر ان تیرہ برسوں  
کیا ہی اثر عظیم پیدا کیا کہ سیکڑوں آدمیوں کی جماعت نے بت پرستی چھوڑ کر خدای احد کی پیش  
اختیار کی اور اپنے اعتقاد کی موافق وحی الہی کی ہدایت کے مطیع و منقاد ہو گئے۔  
اسی کا مطلق سے بکثرت بُشدت و عالمگتے اُسی کی رحمت پر مغفرت کی امید رکھتے اور حسنت و  
خیرات اور پاکدہنی اور انصاف کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے اب انھیں شب و روز اسی درمطلو  
کی قدرت کا خیال تھا اور یہ کہ وہی راق ہمارے ادنی حوائج کا بھی خبر گیران ہے۔

ہر ایک قدرتی اور طبعی عطیہ میں ہر ایک امر متعلقہ زندگانی میں اور اپنے خلوت و جلوت کے ہر ایک  
حادثے اور تغیر میں اُسی کے یہ قدرت کو دیکھتے تھے اور اس سے بڑھ کر اُس نئی و حانی حالت  
کو حسین خوشحال اور حمد کنان بہتے تھے خدا کے فضل خاص و رحمت با اختصاص کی علامت  
سمجھتے تھے اور اپنے کو باطن اہل شہر کے کفر کو خدا کی تقدیر کیے ہوئے خدا کی نشان دہی جانتے تھے۔  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انکی ساری امیدوں کے ماخذ تھے اپنا حیات تازہ بخشنے والا سمجھتے تھے  
اور انکی ایسی کامل طور پر اطاعت کرتے تھے جو انکے ربہ عالی کی لائق تھی۔

ایسے تھوڑے ہی مانے میں مکہ اس عجمیتِ شیر سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا جو بلا لحاظ قبیلہ  
و قوم ایک دوسرے کے درپے مخالفت و ہلاکت تھے۔

مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل و شکیبائی سے برداشت کیا اور گویا کرنا انکی ایک مصلحت تھی مگر  
تو بھی ایسی عالی ہمتی کی بردباری سے وہ تعریف کے مستحق ہیں۔

ایک سومر داوڑ عورتوں نے اپنا گھر باہر چھوڑا لیکن ایمان عزیز سے منہ نہ موڑا اور جب تک کہ  
یہ طوفان مصیبت فرو ہوئے جلسہ کو ہجرت کر گئے پھر اُس تعداد سے بھی زیادہ آدمی کہ انھیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے اپنے عزیز شہر اور مقدس کعبہ کو جو انکی نظر میں تمام رو زمین پر سب سے زیادہ مقدس تھا چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر گئے اور یہاں بھی اُسی جادو جبری تاثیر نے دو یا تین برس کے عرصے میں اُن لوگوں کے واسطے ایک برادری جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی حمایت میں جان دینے کو مستعد ہو گئے تیار کر دی۔  
ریورینڈ جی۔ ایم۔ راو ویل صاحب ترجمہ قرآن لکھتے ہیں۔

”عرب کے سیدھے سادے خانہ بدوش بدویسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو۔“  
بت پرستی کے مٹانے حیات اور مادیات کے شرک کی عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے اطفال کشی کی رسم کو نیست نابود کرنے بہتے توہمات کو دور کرنے اور ازواج کی تعداد کو گھٹا کر انکی ایک حد معین کرنے میں قرآن بیشک عربوں کے لیے برکت اور قدم حق تھا گو عیسائی مذاق پر وحی نہو۔“

”لکین نے بیان کیا ہے۔“

”عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مسائل نے وہ درجہ نشہ دینی اُسکے پیرو نہیں پیدا کیا کہ جسکو عیسیٰ علیہ السلام کے ابتداء سے پیرو نہیں تلاش کرنا نے فائدہ ہے اور اُسکا مذہب اُس تیزی کے ساتھ پھیلا جسکی نظیر دین عیسوی میں نہیں چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہتے عالیشان و سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا۔“

جب عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لے گئے تو اُسکے پیرو بھاگ گئے اور اپنے مقتدر کو موت کے پنجے میں چھوڑ کر چل دیے برعکس اسکے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد پیش سے اور اُسکے پیرو میں اپنی جانیں خطوں الکر کل دشمنوں پر اسکو غالب کر دیا۔“  
”مسٹر کارلائل صاحب فرماتے ہیں۔“

”پس ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز یہ خیال نہیں کر سکتے کہ وہ صرف ایک شعبہ باز ورتی باطن شخص تھا اور نہ ہم اسکو ایک حقیر جاہ طلب اور دیدہ و دانستہ منصوبے کا شٹھے والا کہہ

سکتے ہیں جو سخت و کرسخت پیغام اُسے دنیا کو دیا بہر حال وہ ایک سچا اور حقیقی پیغام تھا اور اگرچہ وہ ایک غیر مرتب کلام تھا اگر اسکا مخرج وہی ہستی تھی جسکی تھاہ کسی نے بھی نہیں پائی۔  
اس شخص کے نہ اقوال ہی جھوٹے تھے نہ اعمال ہی اور نہ خالی از صداقت یا کسی کی نقل و تقلید تھے حیاتِ بدی کا ایک نورانی وجود تھا جو قدرت کے وسیع سینہ میں سے دنیا کے منور کرنے کو نکلا تھا اور نے شبہ اُسکے لیے امر ربانی یوں ہی تھا۔

وہ روحانی آفتاب سلسلہء مین بھارگی عالم کی نظر سے غائب ہو گیا لیکن اپنے قدرتی کوثر جو دنیا کے منور کرنے کے واسطے اُسکو عطا کیا گیا تھا اپنے ہمراہ نہیں لے گیا۔  
وہ نور جو قدرت کے وسیع چشمہ سے نکلا تھا عالم کے جلوہ گر کرنے کے لیے چھوڑ گیا جس نے جہان کو ایسا روشن کیا کہ اُسکی نظیر روز آفرینش سے اب تک دنیا میں نہیں ملتی ہر قوم اور ہر ملت پر اپنا پرتو اُس نور نے ڈالا۔

”ہمارا پ جو دنیا میں آئی ہوئی ہے یہ سب پودہ اُسی کی لگائی ہوئی ہے۔“  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات جو شخص نظر انصاف بلا تعصب غور کے ساتھ ملاحظہ کرے گا ممکن نہیں کہ وہ اور فطرت اُنکو سچائی اور خدا کا برگزیدہ پیغمبر نہ تسلیم کرے۔  
سب انبیاء اور رسولوں میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعلیٰ و افضل یقین کے تھا پایا جاتا ہے میدان نبوت پر جو نظر ڈالی جاتی ہے تو یہی پہلوان اور شہسوار سب سے زیادہ زبردست سب سے زیادہ شہ زور اور سب سے زیادہ قوی اور کامل نظر آتا ہے۔

جو بنیاد مذہب کی حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھوں سے رکھی گئی تھی اُسکو کامل اور محکم اس نبی معظم کے دست مبارک نے کیا۔

یہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ فضیلت اس لائق تھا کہ خاتم نبوت پر مہر ہو۔

سو یہی وہ نبی خاتم النبیین اور ختم المرسلین ہے جس پر دین کا خاتمہ ہو گیا۔

پہلی کسی آسمانی کتاب میں کسی نبی پر نبوت کو ختم نہ کرایم حکم نہیں دیا گیا تھا جو اُس

سید الانبیاء کی شان میں نازل فرمایا گیا کہ ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ خدا کا رسول اور خاتم النبیین ہے۔“

”اور جو کوئی سوئے اسلام کے کوئی دین اختیار کرے گا وہ قبول نہیں کیا جائیگا اور وہ قیامت کو خسارے میں رہیگا۔“

”آج ہمنے تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تمہارے اوپر تمام کر دی اور تمہیں دین اسلام کو تمہارے لیے پسند کیا۔“

پس قیامت تک یہی دین خدائی دین ہے جو قائم اور برقرار ہے گا۔

اور اب مسلمان کوئی طرز عبادت اور فرائض وغیرہ کا از روئے قدرت تبدیل نہیں ہوگا۔ اصول تو نہ پہلے تبدیل ہوئے اور نہ آئندہ کو تبدیل ہوں مگر فرائض اور عبادت اور تمدن کے جو طریق ہیں وہ سب سیطرہ سے مستحکم اور قیامت تک جاری اور قائم رہیں گے۔

ایک غمخشنہ اور ایک نقطہ تبدیل نہیں ہوگا۔

باقی جو شرائط تھیں سچے مذہب کی شناخت کے لیے منتخب کیے ہیں قرآن مجید کو ہاتھ میں لو اور بہ نظر حقیقت غور کر لو کہ اسلام موافق فطرت ہے یا نہیں۔

قرآن مجید خود بتلا دیا کہ اسلام ہماری ان شرائط فطرتی کے اندر محدود و محدود اور یہ مسئلہ نہایت صحیح اور درست ہے کہ ”اَلْاِسْلَامُ هُوَ الْفِطْرَةُ وَالْفِطْرَةُ هِيَ الْاِسْلَامُ“

الحمد لله والمآلة کہ یہ کتاب فطرت مقام کو زیرہ ریاست جو دھپور مارواڑ میں بتایا بخ ذہم ماہ ستمبر ۱۳۱۷ء کو ختم کی گئی۔

ہے یہ ایک نقش کہ جو عمر میں اپنی کھینچا

ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا

جو کچھ کہ ہوا ہو اگر کم سے تیرے

ہم ہونگے دے نقش رہیگا ہم سے

جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

## ختم پُر از نتائج مفیدہ

ناظرین کو اسکے ملاحظے سے روشن ہو گیا ہو گا کہ روئے زمین پر جس قدر مذاہب الٰہی ہیں سب کے عقائد اور سب کے اصول میں اسلام سے جس قدر ملتے جلتے ہیں ایسے کسی مذہب کے نہیں ملتے اور جو اسلامی اصول ہیں وہ سب مذاہب میں موجود ہیں گو کسی طرح سے ہوں مگر مذاہب نے انکی ہیئت خراب کر دی ہے اور اسلام میں انکی اصلیت باقی ہے توحید حق پر اسلام کو فخر ہے اُسکے سب قائل رسالت کے نزدیک مسلم اور کوئی مذہب اُس سے خالی نہیں قیامت - عبادت - جزا و سزا سب کے بیان ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ سب مذاہب کا ماخذ اور منبع اسلام ہی اور کل مذاہب اُسی سے نکلے ہیں اور اسلام ہی خدائی مذہب ہے فہو المراد۔

اب یہ خیال کہ جس حالت میں سب مذاہب کے اصول و احادیث تو تحقیق اور تفتیش کی کیا ضرورت ہے جس مذہب میں جو شخص ہے اُسکے قوانین کی پابندی موجب اُسی نجات کے ہو مگر یہ محض خیال باطل ہے قدرت اور صنعت میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے قدرتی اشیاء پر نظر کر لو اُنکے مقابل مصنوعی کو غور سے دیکھو تو مصنوعی اشیاء میں ایک میں وصف قدرت جیسا نہیں پاؤ گے یہی حال اسلام اور دیگر مذاہب کا ہے کیونکہ دیگر مذاہب مصنوعی اور لوگوں کے طبع زاد خیالات اور محض ایجاد ہے اور اسلام قدرتی اور خدائی مذہب ہے جسکے اصول اور احکام کلام الٰہی میں شرح درج ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منجانب خدا اور دنیا میں محبت اللہ ہیں۔ پس جسے تمہیل احکام الٰہی کی نہیں کی اور نہ اُس مادی برحق کا اتباع کیا اور لوگوں کے مصنوعی خیالات کو دین الٰہی تصور کرتے ہے اور فرمان الٰہی کو دیکھا اور سنا تک نہیں اور ہمیشہ اُسکے خلاف کو ہدایت سمجھا اور اُنکی تکذیب اور تردید کے درپے ہے اور یہی سمجھا کیے کہ یہ کلام الٰہی نہیں ہے ایک شخص کا ایجاد ہے یعنی قدرتی



ہمیں ہے مصنوعی ہے تو ایسے لوگوں کو نجات کی امید رکھنا اور ان توہمات سے فائز  
المرام ہونا جہت ہے۔

صاحبو! وہ قرآن جسکا منہا نب اندھونا فطرت سے ثابت ہو چکا ہے بر ملا پکار رہا ہے  
اور پکار پکار کر اپنے منہا نب اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کہ اگر تمام مرنے زمین کے آدمی  
میرا مقابلہ کرنا چاہیں تو ہر گز نہیں کر سکتے میں تمام عیون اور غلطیوں سے پاک ہوں میں  
کلام الہی ہوں جگو جیسا عرش سے اُتارا ہے تیرہ سو برس سے ویسا ہی موجود ہوں اور وقت  
تک ایسا ہی ہو گا۔ میرے منکر ظالم اور باغی ہیں وہ دنیا جسکی مجھ کے پر کی برابر بھی خدا کے یہاں  
قدر نہیں ہے چند روزہ ہے بعد مرنے کے یہ زندگی خواب کا سا خیال معلوم ہو گا میرے منکر و فکی  
ہرگز نجات نہو گی ستر گز کی آتشی زنجیر و نین اُنکو ایسا جکڑا جائیگا اور وہ پکڑ کی جائیگی کہ کبھی جب تک  
دنیا میں کسی جکڑنے والے نے نہ کسی کو ایسا جکڑا ہو گا اور نہ ایسی سختی اور ذلت سے پکڑا ہو گا۔  
میرے منکر و اس نیا کے عارضی لطف اور عیش کا مزہ چند روز ناٹھا لو اور خوب دل کی  
حسرتیں کالو موت آئی اور تم دونوں کے دائمی عذاب میں گرفتار ہووے جیسے تم آج اُسکے  
فرمان کو غفلت کے سبب نہیں سنتے ہو اور خدا کو بھول گئے ہو اسی طرح وہ جبار قہار کو  
عذاب دردناک میں ڈال کر تمہاری خبر تک نہیں لیگا۔ دونوں کے دربان بڑے سنگدل اور قدرتی  
بیرحم ہونگے وہ گونگے اور بہرے ہونگے کہ دوزخیوں کے آہ و نالے کو نہیں سنیں گے وہ ان  
نہ کوئی حمایت کام دیگی اور نہ قربت اور نہ زور سے کام نکلیگا دوزخ بہت ہی بُری جگہ ہے  
اور وہ خاص میرے منکر و فکی لیے تیار کی گئی ہے میں تمہاری آگاہی کا چوبدار ہوں اور علانیہ اعلان  
کر رہا ہوں کہ خبردار ہو جاؤ ہوشیار ہو موت تمہارے سر پر کھڑی ہے مرنے سے پہلے  
حیات ابدی کا سامان کرو اور بڑے دور دراز سفر کے لیے خرچ اپنے ساتھ لو اگر تم میری  
ہدایت پر عمل کرو تو تم کو اس عذبت ناک عذاب کا کسی قسم کا زہرہ برابر بھی صدمہ نہیں  
آئیگا اور جواہرات کے محل سونے چاندی کے بنے بنائے جو آج تک کسی کے خیال

میں بھی نہیں آئے اور آئیں نہ رہیں شہرین بہرہی ہیں اور کسی قسم کی روک تھام نہیں ہے  
 اور جس چیز کی خواہش کرو گے وہ وہاں ملے گی اُس فرمانبرداری کے صلے میں تمکو دی جائیگی  
 اور کبھی وہاں سے نکالے نہیں جاؤ گے میں تمہارا گھر نہیں چھوڑاتا نہ دولت و عزت سے  
 روکتا ہوں نہ تمکو مشقت میں ڈالتا ہوں میں تو تمکو یہ نیک ہدایت کر رہا ہوں کہ بس خدا کو  
 ایک سمجھو اُس کے منزلہ احکام کو بسر و چشم تسلیم کرو اُس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ  
 اختیار کرو خدا کے سوا کسی کی عبادت مت کرو مخلوق کے ساتھ ہر طرح سے نکوئی اور سلوک  
 کرو اور یقین جانو کہ بعد مرنے کے قیامت آنے والی اور اعمال کی پریشانی یقینی ہی رہی  
 طریقہ سیدھا راستہ نجات و حیاتِ ابدی کا ہے اب جو چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے ۛ

مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

ماہ ستمبر ۱۹۹۶ء

۷۳۰

کالی رستہ محفوظ

# اعلان

بفضلہ تعالیٰ

اس مطبع مجتہائی دہلی میں ہر قسم کے قرآن شریف حائل سادہ مترجم اور اسی مطبع کی مطبوعہ حائل شریف ایک اشرفی فی غلطی انعام والی - اور اسی کی ہم صورت ہم تقطیع لائل الخیرات اور مجموعہ وظائف ہر حصہ - اور جگہ کتب دینیات عربی فارسی - اردو اور کتب درسیہ مدارس عربی و سرکاری و نیز کتب مصنفہ علمائے امداد و فضلاء کامگار شیخ عبدالحق محدث دہلوی و حضرت شاہ ولی اللہ مولانا شاہ عبدالعزیز و مولوی محمد قاسم رحمہم اللہ و دیگر رفائیل حائل مولوی نذیر احمد صاحب و خواجہ الطاف حسین حالی و شی محمد ذکاء اللہ و مولانا شبلی جہت فروخت موجود ہیں -

## اور دیگر کتب

مطبوعہ ہرامصار و بلاد مثل مصر - استنبول بیروت بمبئی کلکتہ لکھنؤ کانپور دہلی وغیرہ وغیرہ اور کتب متفرقہ نایاب زمانہ بھی اسی مطبع مجتہائی مطبع مجتہائی دہلی سے بذریعہ دیوانہ قیمت آٹھ بکفایت مل سکتی ہیں -

الذی

محمد عبدالاحد عفی عنہ

برسر پرائٹر مطبع مجتہائی دہلی ماہ ستمبر ۱۲۸۶ھ

صحیح نامہ خیالات ممتاز موسوم بہ فطرۃ

صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط
۲۳	۶	چنے	چنے	۸	۹۵
۱۹	۱۹	چندر بنی	چندر بنی	۹	۹۵
۲۰	۲۰	چنے	چنے	۱۲	۱۲
۲۶	۱۹	خام	خام	۷	۹۸
۳۰	۹	دوش	دوش	۱	۱۰۳
۳۱	۷	کھا جاتا ہے	کھا جاتا ہے	۱۷	۱۰۸
۷	۱۸	اتھروں	اتھروں	۸	۱۱۸
۳۳	۱۸	تنگر	تنگر	۱۳	۱۱۹
۳۷	۷	عقل	عقل	۱۶	۱۲۰
۳۹	۲	ضاح	ضاح	۱۷	۱۲۰
۵۱	۱۶	کرنے کے لئے	کرنے کے لئے	۲۰	۱۲۶
۵۵	۱۲	دیکھو	دیکھو		
۶۶	۳	پابندی	پابندی		
۷	۱۷	خدا کو	خدا کو		
۸۰	۱۹	بہتر رسالت	بہتر رسالت		
۷	۷	پاپ	پاپ		

# اعلان

## خیالات ممتاز موسوم بہ فطرۃ

یہ اردو میں عجیب اور مفید کتاب لکھی گئی ہے جس میں سچے مذہب اور برحق دین کی پہچان اہل ہنود کا مذہب اور اُسکی حقیقت۔ بودہ مذہب کے بانی کا حال اور اُسکی ساری کیفیت مسیحی اور یہودیوں اور آتش پرستوں کے اصول اور انکی اشاعت تشلیکات کا ذکر اور دہریوں کے خیالات۔ توحید اور رسالت و فطرت کے مقابلہ کا بیان اور پاک اسلام اور اُسکے بانی کا تذکرہ ہے۔ مصنف نے زمین پر بھی بتایا ہے کہ دنیا میں کس قدر مذہب شائع ہیں اور مقدس اسلام کس مذہب کا موافق اور کس کا مخالف ہے نیز مذہب کیا چیز ہے؟ اور انسانی دنیا کو اس سے کیا فائدہ؟ پھر یہ بھی بیان کیا ہے کہ اگر مذہبی عقیدہ درست ہے تو کونسا مذہب سچا ہے اور وہ کون سی کسوٹی ہے جس پر مذہب کو کسا جاسکتا ہے۔ شائقین اسکی خوبی ملاحظہ سے معلوم کریں گے۔

محمد عبدالاحد پریتر مطبع مجتبیٰ واقع شہر دہلی۔

